ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
42
www.tanzeem.org
یکم تا7 صفر المظفر 1438ھ / یکم تا7 نومبر2016ء

## اقامتِ دین کی جدوجہد اور محبتِ الٰہی

''اقامت دین کی جدوجہد میں اصل نصب العین اور اصل جذبۂ محرکہ یہی ہونا چاہیے (یعنی رضائے رب کا حصول اور حب الٰہی)۔ یہ اگر ہوگا تو جدوجہد میں دوام ہوگا، ثبات ہوگا، استقامت ہوگی اور اگر یہ نہیں ہے، بلکہ محض کوئی دنیوی تبدیلی لے آنا، کوئی انقلاب برپا کردینا، کوئی نظام درست کردینا پیش نظر ہے اور اسی کو اگر نصب العین کا درجہ دے دیا تو مار کھا جائیں گے۔ پھر وہ استقامت حاصل نہیں ہوسکتی۔ استقامت کی اصل بنیاد یہی ''محبت خداوندی'' ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو اہل ایمان ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت شدید ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ:165) یہ جذبۂ محبت موجود ہے تو گویا کہ رُخ صحیح ہوگیا اور انسان کا اصل جذبۂ محرکہ اب خالص ہوگیا۔ ورنہ ع ''گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں!'' —— عبادت کے ضمن میں بھی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ''اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ اَصْلَيْنِ: غَايَةَ الْحُبِّ مَعَ غَايَةِ الذُّلِّ وَالْخُضُوْعِ'' یعنی ''عبادت کی دو بنیادیں ہیں: اللہ تعالیٰ سے انتہا درجے کی محبت اور اس کے سامنے انتہائی عاجزی اور پستی اختیار کرنا۔''

(بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حزب اللہ کے اوصاف'' سے ماخوذ)

اس شمارے میں

آہ! جمہوریت جمہوریت کھیلیں

عزت اور ذلت کا اصل معیار (2)

طائرِ دیں کر گیا پرواز

ماہِ صفر المظفر اور توہم پرستی

کوئٹہ سانحہ، تحریک انصاف کا دھرنا اور سیاسی انتشار

مؤمن ہے تو بے تیغ بھی......

خلافت راشدہ میں شہریوں کے حقوق کا تحفظ

کشمیر! غموں، الموں اور المیوں کے چار ماہ

الھدیٰ (728)

ڈاکٹر اسرار احمد

# انسان کی جھگڑالو طبیعت

سُورۃُ الکہف ﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴾ آیات: 54, 55

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَہُمُ الۡہُدٰی وَیَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَہُمۡ سُنَّۃُ الۡاَوَّلِیۡنَ اَوۡ یَاۡتِیَہُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

**آیت ۵۴** ﴿وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کر دی ہیں اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ہر قسم کی مثالیں۔''

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل میں بھی (آیت ۸۹) موجود ہے۔

﴿وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾﴾ ''لیکن انسان تمام مخلوق سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔''

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۸۹ کے پہلے حصے کے الفاظ جوں کے توں وہی ہیں جو اس آیت کے پہلے حصے کے ہیں' صرف لفظوں کی ترتیب میں معمولی سا فرق ہے۔ البتہ دونوں آیات کے آخری حصوں کے الفاظ مختلف ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت کا آخری حصہ یوں ہے: ﴿فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾﴾ ''مگر اکثر لوگ کفرانِ نعمت پر ہی اڑے رہتے ہیں۔''

**آیت ۵۵** ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَہُمُ الۡہُدٰی وَیَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّہُمۡ﴾ ''اور نہیں روکا لوگوں کو (کسی چیز نے) جب ان کے پاس ہدایت آ گئی کہ وہ ایمان لائیں اور اپنے رب سے مغفرت مانگیں''

اس آیت کی مشابہت سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۹۴ کے ساتھ ہے۔ دونوں آیات کے پہلے حصوں کے الفاظ ہو بہو ایک جیسے ہیں۔

﴿اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَہُمۡ سُنَّۃُ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ ''مگر یہ کہ اُن سے پہلوں کا طریق برتا جائے''

یہ لوگ جو ہدایت آ جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لا رہے اور اللہ کے حضور استغفار نہیں کر رہے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے لیے بھی پہلی قوموں کا سا انجام لکھا جا چکا ہے۔

﴿اَوۡ یَاۡتِیَہُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾﴾ ''یا عذاب اُن کے سامنے آ موجود ہو۔''

## فرمان نبوی

### انسان بڑا جھگڑالو ہے

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ فَقَالَ: ((أَلَا تُصَلُّونَ)) فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قُلْتُ لَهُ ذٰلِكَ ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَيَقُولُ ((وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا)) (متفق علیه)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ انہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جگایا اور فرمایا: ''کیا تم نماز نہیں پڑھتے؟'' تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہماری جانیں تو اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے ہمیں اٹھا دیتا ہے جس وقت میں نے آپؐ سے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے پھر میں نے آپؐ سے جاتے ہوئے سنا اپنی رانوں پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ''انسان بہت زیادہ جھگڑالو ہے۔''

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# آؤ! جمہوریت جمہوریت کھیلیں

پاکستان کی سیاسی اشرافیہ کے سرخیل جلسوں اور ٹاک شوز میں اخلاق سے گری ہوئی گفتگوؤں اور گالی گلوچ سے آگے بڑھ کر سر بازار گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ مرد سیاسی کارکنوں ہی کی نہیں خواتین کی بھی سرعام پٹائی ہو رہی ہے۔ گویا وہ جمہوریت جمہوریت کھیل رہے ہیں یہ دو نومبر کا ٹریلر ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دو نومبر اور آنے والے دِنوں میں کیا ہوگا؟ پاکستان سے مخلص ہر شہری کا ذہن ماؤف ہے اور دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی ہے کہ اُس کے مادرِ وطن سے کیا ہونے والا ہے؟ عمران خان کہہ رہے ہیں میں دو نومبر کے دھرنے کے حوالہ سے کسی عدالتی حکم کو ماننے کو تیار نہیں اور مسلم لیگ (ن) اپنی پالیسی کے عین مطابق زبان سے ''جی ہاں'' اور عملی طور پر عدالتی حکم ماننے سے انکاری ہے اور راستے روکنے کے لیے جو کنٹینرز لگائے گئے تھے۔ اُنہیں نہ صرف ہٹایا نہیں جا رہا بلکہ مزید کنٹینرز لائے جا رہے ہیں۔ یہ اُس ملک کے اندرونی حالات ہیں جس کے بیرونی دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں اور اُس کی سلامتی پر حملہ آور ہونے کے لیے باہم مشاورت کر رہے ہیں۔ پاکستان کا ازلی دشمن بھارت بلاناغہ L.O.C اور ورکنگ باؤنڈری پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بڑے حملہ سے پہلے جنگی مشقیں کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا وجود بھارت کو کسی صورت قبول نہیں۔ امریکہ جس نے افغانستان کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہاں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اُسے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کسی پل چین نہیں لینے دے رہی۔ اس لیے کہ یہ ایٹمی صلاحیت اُس کے مائی باپ اسرائیل کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ لہٰذا وہ افغانستان کی اس کٹھ پتلی حکومت کے ذریعے پاکستان میں آگ اور بارود کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔ وہ پاکستان میں انتشار پھیلا کر ایٹمی صلاحیت کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔

ایران کبھی ہمارا دوست تھا آج ہمارے بدترین دشمن بھارت کے کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑا ہے۔ کلبھوشن یادیو ایران سے ہی پاکستان میں داخل ہوتے ہوئے گرفتار ہوا تھا۔ اُس کے بعد بلوچستان کتنی بار خون میں نہلا دیا گیا۔ پورے خطے میں واحد چین ایک ایسا ملک ہے جسے ہم دوست کہہ سکتے ہیں۔ یہ چین کی پاکستان سے محبت بھی ہے اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر ہے کہ پاکستان چین کی پہلی دفاعی لائن ہے۔ پھر یہ کہ گوادر سے چین کو جو راستہ ملا ہے اُس سے وہ دنیا سے خصوصاً یورپ سے اپنی تجارت کو کئی گنا بڑھا لے گا۔ علاوہ ازیں چین جانتا ہے کہ پاکستان اگر تعاون کرتا رہے تو امریکہ کے لیے چین کا محاصرہ کرنا ممکن نہ ہوگا۔ بہرحال اگر ہم خود اپنے دوست نہ بنے تو دنیا بھر میں اکیلا چین


ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 صفر المظفر 1438ھ — جلد 25
یکم تا 7 نومبر 2016ء — شمارہ 42

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03، فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے



''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کب تک ہمارا ساتھ دے سکے گا؟

ہم صرف سیاسی جھگڑوں اور غلط خارجہ پالیسی سے ہی پاکستان کو تباہ و برباد نہیں کر رہے‘ ہماری حکومتوں کی معاشی پالیسیاں اور ہر سطح پر بددیانتی اور بدعنوانی بھی پاکستان کو کھائی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ پہلے ہم نے بلاضرورت غیر ملکی قرضے لیے اور اخراجات میں اضافہ کر لیا پھر قرضے ہماری ضرورت بن گئے۔ اب ہم سود ادا کرنے کے لیے قرض لیتے ہیں۔ آج ہر بچہ جو پاکستان میں پیدا ہوتا ہے وہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کا مقروض ہوتا ہے۔ وہ IMF جس نے پاکستان کو قرضہ میں جکڑا تھا۔ آج ہمارے گھر آ کر ہمیں طعنے دیتا ہے کہ تم قرضوں کی دلدل میں پھنس چکے ہو اور تم بہت بدعنوان اور کرپٹ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اتنے سنجیدہ اور گھمبیر مسائل میں پھنسے ہوئے پاکستان کو کیسے بچایا جائے؟ ہمیں بھی پاکستان اُسی طرح عزیز اور پیارا ہے جیسے کسی امریکی کو امریکہ اور انگریز کو انگلستان۔ اس لیے کہ انسان نے جس زمین میں جنم لیا ہو‘ جہاں بچپن‘ لڑکپن‘ جوانی اور ساری عمر گزاری ہو‘ اُس سرزمین سے محبت ہونا فطری یا جبلی امر ہے۔ انسان جس زمین کی گود میں جنم لیتا ہے اُسے مادرِ وطن کہنے میں کیا حرج ہے؟ لیکن ہماری پاکستان سے اس بنیاد پر محبت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری پاکستان سے اندھا دھند محبت کی وجہ وہ ایمان افروز نعرہ ہے جو تحریک پاکستان کے دوران لگایا گیا تھا یعنی پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! ہماری محبت اُس نسبت کی بنا پر ہے جو حضورﷺ نے ایک بزرگ کو خواب میں پاکستان سے اپنی بتائی تھی۔ ہمیں پاکستان سے محبت اس لیے ہے کہ اس کے معمار نے کہا تھا کہ یہاں خلافت راشدہ کی طرز کا نظام قائم ہوگا۔ ہمیں پاکستان سے محبت اس لیے ہے کہ یہ اُس خطہ میں واقعہ ہے جہاں سے آقاؐ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔ ہمیں پاکستان سے محبت اس لیے ہے کہ اللہ رب العزت نے پچھلے ساڑھے چار سو سال سے اِس خطہ کو اسلام کے مجددین کی جنم بھومی بنایا ہوا ہے۔ آخری اور اہم بات یہ ہے کہ پاکستان ہمیں اس لیے پیارا ہے کہ یہ مملکت خداداد ہے۔

اے اہل پاکستان! کیا اس مقدس پاکستان کو بدعنوان اور کھلنڈرے سیاسی شعبدہ بازوں کے ہاتھوں تباہ ہوتے خاموشی سے دیکھتے رہو گے؟ ہرگز نہیں! اسلام اور ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہو! تو اٹھو جوش سے بھی اور ہوش سے بھی ہر روز درجنوں بار یہ کہنے والو! کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اگر واقعتاً قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں اور حمیت دین کی کوئی رمق ابھی باقی ہے تو نکالو طاق سے کتاب زندہ اور اُس کا ریشمی غلاف اتارو۔ پھر سر اور دل کی آنکھوں سے انسانوں پر نازل ہونے والی اس مقدس ترین کتاب کو پڑھو۔ یہ ہر اُس شخص کے لیے ہدایت نامہ ہے جس کے دل میں کجی نہیں، لہٰذا اسی سے رہنمائی حاصل کرو۔ خود قرآن کے مردِ مطلوب بن جاؤ اور لوگوں پر گواہ بن جاؤ کہ اللہ اور رسولﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی راستہ نہیں اور زندگی کا مقصد یہ بن جائے کہ رب کی زمین پر رب کی حاکمیت قائم ہو جائے۔ رب کے عطا کردہ نظام کے سوا تمام نظام باطل ہیں اور بالآخر مٹ جانے والے ہیں۔ اللہ رحمان و رحیم ہے لہٰذا اُسی کا دیا ہوا نظام انسانوں کے لیے باعث رحمت ہوگا۔ لیکن یاد رکھیے، یہ کام مرحلہ وار ہوگا۔ آپ کا واسطہ عالمی طاغوتی قوتوں سے ہے جو اسلام کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور بدقسمتی سے مسلمان ممالک کے حکمران اپنے اقتدار کی ہوس میں اُن کے ایجنٹ کا رول ادا کر رہے ہیں۔ لہٰذا سوچی سمجھی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے۔ کسی فوری اور بے ترتیب اچھل کود سے یہ نظام نہیں لایا جا سکتا۔ اگرچہ ہم مذکورہ بالا سطور میں ان مراحل کی طرف اشارہ کر چکے ہیں لیکن اعادہ کیے دیتے ہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ اس دینِ حق کو خود پر نافذ کرو اور مسلسل اپنی نگرانی کرو کہ کوئی قدم اللہ اور رسول کے احکامات کے خلاف تو نہیں اٹھ رہا؟ ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی یہی ترغیب دو۔ اسی راستے پر چلنے کی دعوت دو اور جب ایک منظم قوت فراہم ہو جائے تو نظام باطل کے خلاف اٹھو اور اُسے تہس نہس کر دو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے تمام شارٹ کٹس چاہے کرپشن ختم کرنے کے نام پر مہم چلا کر شروع کیے جائیں یا اصلاحِ احوال کے لیے جدوجہد کی جائے‘ وقتی طور پر سودمند ثابت ہو سکتے ہیں اور وقتی تبدیلی لا سکتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو مکمل اور مستقل امن دینے کے لیے جدوجہد کی وہی طرز اپنانا ہوگی جو محسن انسانیتؐ نے اپنائی تھی اور جس انداز سے اپنائی تھی اِس جدوجہد سے رب کی زمین پر رب کا نظام قائم ہوا تھا اور خلفائے راشدین کے دور میں یہ اعلیٰ ترین شکل میں عملی طور پر دنیا کے سامنے آیا۔ آج بھی وہی منہج وہی طریقہ اپنانا ہوگا۔ اسلامی نظام نہ بیلٹ سے آئے گا اور نہ ہی بلٹ سے آ سکے گا۔ آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ملکی حالات بڑی تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔ سیاست دانوں کی حماقتیں ایک بار پھر پاکستان کو مارشل لاء یا کسی ماورائے آئین کارروائی کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاکستان کے لیے اس شر سے بھی خیر برآمد کرے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

# عزت اور ذلت کا اصل معیار (2)

## سورۃ الفجر کی روشنی میں

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 21 اکتوبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

محترم قارئین! مطالعۂ قرآن مجید کے سلسلہ میں گزشتہ جمعہ کو ہم نے سورۃ الفجر کی پہلی 17 آیات کا مطالعہ کیا تھا۔ آج ان شاءاللہ ہم بقیہ سورت کا مطالعہ کریں گے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون وہی ہے جو آیات نمبر 15 تا 17 میں بیان ہوا ہے۔ اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے ان آیات کو دوہرا لیتے ہیں تاکہ مضمون کا ربط قائم ہو جائے۔

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾﴾ ''انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کا ربّ اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی!''

﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ﴾ ''اور جب وہ اسے آزماتا ہے پھر اُس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے''

﴿فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾﴾ ''تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا!''

﴿كَلَّا﴾ ''ایسا ہرگز نہیں ہے!''

﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾﴾ ''ایسا ہرگز نہیں' بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے۔''

انسان نے کامیابی و ناکامی، عزت اور ذلت کا معیار دنیوی مال و دولت کو سمجھ لیا ہے۔ جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہے تو وہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ نے اس پر بڑا فضل کر دیا ہے اور وہ عزت والا بن گیا ہے اور جس کو دنیا میں کم نعمتیں ملی ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے اسے رسوا کر دیا ہے اور دنیا بھی اس کو حقیر سمجھتی ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیوی مال و دولت اور نعمتیں اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں۔ جس کو زیادہ ملی ہیں وہ زیادہ سخت آزمائش میں ہے اور جس کو کم ملی ہیں اس کو کم حساب دینا پڑے گا۔ اس طرح اصل کامیابی اور ناکامی یا عزت اور ذلت کا فیصلہ اس آزمائش میں کامیابی یا ناکامی پر ہوگا۔ جس نے جائز اور حلال طریقے سے کمایا اور یتیموں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور دنیوی نعمتوں کا ناجائز استعمال نہ کیا اُسے تو حقیقی اور اصل کامیابی مل جائے گی۔ لیکن جب آخرت انسان کے پیشِ نظر ہی نہ ہو اور اسے یہ احساس ہی نہ رہے کہ اس کا امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان میں کامیابی کے لیے رسولوں کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنی ہے تو وہ یتیموں، مسکینوں کا اکرام کیوں کرے گا؟

**مرتب: ابو ابراھیم**

چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دراصل کامیابی اور ناکامی، عزت اور ذلت کو پرکھنے کا اصل پیمانہ رکھ دیا ہے کہ یتیم کی عزت اور اکرام نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ انسان اصل آزمائش کو بھول چکا ہے۔ اُسے آخرت کی فکر نہیں بلکہ اس کا مطمع نظر دنیا ہے۔ دنیا کمانا اور دنیا میں آگے سے آگے بڑھنا اس کا مشن ہے۔ جیسے آج کل کے دور میں سب کا یہی طرزِ عمل بن چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کی ہوس، اگر کسی کے پاس ایک مل ہے تو اس کی فکر صرف اتنی ہے کہ اس کی دو ملیں ہو جائیں۔ اگر کروڑ پتی ہے تو اس کی کوشش ہے کہ ارب پتی بن جائے لیکن یتیموں پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا جو اس بات کی علامت ہے کہ ایسا انسان دائمی ناکامی اور ذلت کی طرف بڑھ رہا ہے چاہے دنیا میں وہ کتنا ہی کامیاب اور عزت والا کیوں نہ ہو۔ اگلی آیات میں اس مہلک بیماری کی چند مزید علامات بیان ہوئی ہیں۔

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾﴾ ''اور نہ ہی تم لوگ آپس میں مسکینوں کو کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔''

مسکین وہ شخص ہے جو بظاہر تو ٹھیک ٹھاک نظر آ رہا ہو لیکن کچھ بھی نہ کر پا رہا ہو اور نہ ہی اس کا کوئی ذریعہ آمدن ہو۔ مجبور ہو لیکن مانگ نہ سکتا ہو۔ لہٰذا ایسا شخص مستحق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ لیکن موجودہ دور میں ایک ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ اگر کوئی کچھ نہیں کر رہا تو بے شک دھکے کھائے کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کی مدد کرے؟ اگر کوئی مزدور ہے اور فقر و فاقہ کی حالت میں ہے تو کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ذہنیت دنیاداری کی علامت ہے اور یہ بھی ایک سخت آزمائش ہے۔

﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾﴾ ''اور تم ساری کی ساری میراث سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔''

عربوں میں جو زیادہ طاقتور ہوتا تھا وہ وراثت پر قابض ہو جاتا تھا۔ آج کے دور میں بھی خاص طور پر بہنوں کا جو حصہ شریعت نے مقرر کر رکھا اسے بہنوں کو دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ انسان اصل امتحان سے غافل ہے اور دنیا کے وسائل کو ہی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾﴾ ''اور تم مال سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہو۔''

یہ بھی زندگی کے اصل مقصد اور امتحان سے غافل ہونے کی ایک علامت ہے کہ انسان مال و دولت سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے۔ اس کی اصل وجہ بھی دراصل یہی ہے کہ انسان دنیا کی کامیابی اور عزت کو اصل کامیابی اور

عزت سمجھتا ہے اور دولت دنیا کی تمام سہولتیں، آسائشیں اور کامیابیاں سمیٹنے کا ذریعہ ہے اس وجہ سے انسان کو اس سے شدید محبت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اگر اسے ایک وادی بھر سونا بھی مل جائے تو وہ آرزو کرے گا کہ مجھے اس طرح کی اور وادی مل جائے۔ شاید عام لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئے لیکن حقیقت میں ایسی مثالیں ہر طرف مل سکتی ہیں۔ بعض اوقات اتنا کچھ اللہ نے دے رکھا ہوتا ہے کہ سات پشتیں کھائیں لیکن حرص پھر بھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ پانامہ لیکس اور یہ گھروں سے اربوں روپے جو نکل رہے ہیں یہ اس کی ادنیٰ سی مثالیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس حرص کی آگ کو صرف قبر کی مٹی ہی بجھا سکتی ہے۔ یعنی دنیا میں انسان کی حرص ختم نہیں ہوتی جب تک کہ اسے موت نہ آ جائے۔ معاشرے میں نظریں دوڑا کر دیکھ لیجئے۔ کئی دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ قبر میں پاؤں لٹکے ہوئے ہیں اور بڑے میاں کو فکر ہے کہ کاروبار اس طریقے سے آگے نہیں بڑھ رہا جس طرح انہوں نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا تھا۔ یہ ذہنیت دنیا اور اس کی دولت سے محبت کی علامت ہے۔ پس پردہ کہیں سوچ یہ ہوتی ہے کہ یہی زندگی ہے اس میں جس نے جتنا زیادہ کما لیا وہ اتنا ہی کامیاب اور عزت والا ہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے:

﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾﴾ ''ہرگز نہیں! جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ہموار کر دیا جائے گا۔''

دنیا میں کوئی کتنا ہی کامیاب اور عزت والا کیوں نہ ہو آخر ایک دن اسے موت آنی ہے اور اس کے بعد اس کی اصل کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہونا ہے۔ وہ کتنے کٹھن مراحل سے گزرے گا ابھی اس کو اندازہ نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں انہی میں سے کچھ مراحل کی منظرکشی کی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید کے مختلف مقامات میں ارشادات موجود ہیں کہ پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی مانند اُڑ رہے ہوں، سمندر بخارات بن کر اُڑ جائیں اور زمین کو بالکل برابر اور ہموار کر دیا جائے گا جیسا کہ ایک چٹیل میدان ہو۔ یہی میدان حشر ہوگا اور سب کو اس دن حاضر کر دیا جائے گا۔

﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾﴾ ''اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا جب کہ فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔''

پھر زمین پر اللہ تعالیٰ کا نزولِ اجلال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی کے ساتھ آٹھ فرشتے نازل ہوں گے۔ دوسرے فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، حساب کتاب ہوگا اور یوں قصہ زمین برسرِ زمین ہی طے ہوگا۔ گویا جس زمین پر انسانوں نے اپنے اچھے برے اعمال کا ارتکاب و اکتساب کیا ہے، اسی زمین پر ان کا حساب ہوگا۔

﴿وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ﴾ ''اور لے آئی جائے گی اس روز جہنم بھی''

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اس حوالے سے یوں ارشاد ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾﴾ (مریم) ''اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس پر وارد نہ ہو۔ یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔'' ہمارے ہاں پل صراط کا ایک تصور قائم ہے کہ سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا تاکہ اس دن جہنم کی ہولناکیاں سب کو دکھا دی جائیں۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾﴾ ''اُس دن انسان کو سمجھ آئے گی، لیکن اب سمجھنے کا کیا فائدہ!''

جو لوگ دنیا کی کامیابی کو ہی حقیقی کامیابی سمجھ بیٹھے تھے انہیں اس دن سمجھ آئے گی کہ اصل کامیابی تو دنیا کمانے، مال جوڑنے اور دنیا کی دوڑ میں آگے سے آگے بڑھنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈنے میں نہیں بلکہ رسولوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں تھی۔ لیکن ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت''۔ وقت گزر چکا ہوگا۔

﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾﴾ ''وہ کہے گا: اے کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا!''

یہاں لفظ حَیَاتِیْ (میری زندگی) خاص طور پر

**پریس ریلیز 28 اکتوبر 2016ء**

## پاکستان کی سیاسی اشرافیہ گالی گلوچ کے بعد سڑکوں پر باہم دست وگریباں ہے

## وزیراعلیٰ سندھ کا یہ بیان قابل مذمت ہے کہ ناچ اور گانے بجانے میں کوئی حرج نہیں

**حافظ عاکف سعید**

پاکستان کی سیاسی اشرافیہ گالی گلوچ کے بعد سڑکوں پر باہم دست وگریباں ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ طرفین نہ تو عدالتی احکامات کی پرواہ کر رہے ہیں اور نہ ہی جمہوری تقاضے پورے کیے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاست دان کرسی کی ہوس میں پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک جماعت ہر صورت اقتدار سے چمٹا رہنا چاہتی ہے اور دوسری جماعت ہر قیمت پر اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے چاہے ملک کا امن و امان ہی کیوں نہ درہم برہم ہو جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہو رہا ہے کہ بھارت بلاناغہ L.O.C پر اور ورکنگ باؤنڈری پر حملہ آور ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بلوچستان میں پے در پے دھماکے ہو رہے ہیں۔ اُنہوں نے سندھ کے وزیراعلیٰ کے اس بیان پر شدید تنقید کی کہ ناچ اور گانے بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں آلات موسیقی کو توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہر لحظہ آئین آئین کی رٹ لگانے والے آئین کی دفعہ 31 کا مطالعہ کریں جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ شہریوں کی قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق تربیت کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ سوچ سمجھ کر بیان دیا کریں اور اللہ اور رسولؐ سے بغاوت کا اعلان نہ کریں۔ یہ گستاخی اُنہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

لائق توجہ ہے۔ یعنی اس وقت انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ میری اصل زندگی تو یہ ہے جو اَب شروع ہوئی ہے۔ میں خواہ مخواہ دنیا کی زندگی کو اصل زندگی سمجھتا رہا۔ چنانچہ وہی انسان جس کو دنیا میں اگر اقتدار مل جائے تو اسکندر اور چنگیز خان بن جاتا ہے، اگر دولت ہاتھ آ جائے تو یتیموں کو دھتکارتا ہے، مساکین کو ٹھڈے مارتا ہے' روزِ محشر کہے گا کاش میں نے یتیموں اور مسکینوں کی عزت کی ہوتی اور ان کا اکرام کیا ہوتا تو آج وہ سب میرے کام آتا۔

﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۵ ﴾ ''تو اُس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب کوئی نہیں دے سکتا۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی اور رسول بھیجے ہیں جنہوں نے واضح بتایا ہے کہ دنیا کی آزمائش میں جو ناکام ہو گیا اس کے لیے جہنم کا سخت عذاب ہوگا۔ لہٰذا ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کسی کو پتا نہیں ہے۔ سب کو معلوم ہے حساب ہونا ہے لیکن دنیا کی دوڑ نے اس خیال کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ گویا انسان اس اہم حقیقت کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لے رہا جتنا اس کو لینا چاہیے لیکن وہاں اس کو فی الواقع اندازہ ہو جائے گا کہ اللہ کا عذاب کیا چیز ہوتی ہے۔

﴿ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۶ ﴾ ''اور اُس کا سا باندھنا کوئی اور نہیں باندھ سکتا۔''

وہ عذاب دائمی ہوگا اور وہاں سے کوئی بھاگ نہیں سکے گا۔ میدانِ حشر میں ایک طرف تو یہ نقشہ ہوگا اور دوسری طرف کچھ ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہوں گے جن سے کہا جائے گا:

﴿ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۷ ﴾ ''اے نفس مطمئنہ!''

یہ کونسا نفس ہے؟ عام آدمی تو مطمئن اور راضی نہیں ہوتا۔ اسے جتنا ملتا جائے اس کی حرص کی آگ اور بڑھتی جاتی ہے۔ اس کی حرص کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ ہر کوئی دوسرے کا مال لوٹ کھسوٹ رہا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی بنیادی ضرورت ہے اس کے لیے ایسا کر رہا ہے بلکہ ہاتھ میں قوت، اختیار، اقتدار اور اتھارٹی آ گئی ہے تو وہ لوٹ کھسوٹ میں آگے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ کسی حد تک تو اسے اطمینان ہوگا کہ خوب ''مال'' آ گیا ہے، سات نسلوں تک کافی ہے لیکن حقیقی اطمینان اسے حاصل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی اطمینان صرف اور صرف اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس نے دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیا اور یہ جان لیا کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ تکلیف ہو یا مشکل جس نے کہا یہ من جانب اللہ ہے، یہ میرا امتحان ہو رہا ہے اور میں نے وہ طرزِ عمل اختیار کرنا ہے جس سے رب راضی ہو جائے۔ اب ایسے شخص کی حرص، طمع اور دنیا کی محبت ختم ہو جائے گی اور اس کا دل حقیقی اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔ یہ دولت صرف اسی خوش نصیب کو حاصل ہوگی جس کے دل میں حقیقی ایمان ہوگا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مومن کی یہ کیفیات بیان ہوئی ہیں: (( عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ )) مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ (( إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ )) بے شک اس کے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے۔ (( وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ )) اور یہ نعمت کسی کو حاصل نہیں سوائے اس خوش نصیب کے جس کے دل میں یقینی ایمان ہے۔ یہ نہیں کہ حالات اچھے ہو گئے تو بندہ خوش ہے ورنہ ہر وقت کڑھتا رہتا ہے۔ نہیں بلکہ (( إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ )) اگر اللہ کی طرف سے اسے کوئی نعمت ملے، کوئی سہولت ملے، کوئی خوشی ملے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے (( فَكَانَ خَيْرًا لَهُ )) تو یہ نعمت بھی اس کے لیے خیر کا موجب بن جاتی ہے۔ (( وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ )) اور اگر کوئی تکلیف یا نقصان پہنچے، کوئی بیماری لاحق ہو جائے، کوئی عزیز بچھڑ جائے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے۔ (( فَكَانَ خَيْرًا لَهُ )) اور یہ بھی اس کے لیے خیر کا موجب بن جاتا ہے۔ اس کے ایمان، مقام، مرتبہ اور نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مومن کے لیے دنیا میں ہر صورت میں خیر ہی خیر ہے۔

حقیقت میں یہی نفس مطمئنہ ہے۔ ایسے شخص کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ جتنی بڑی سے بڑی مصیبت کیوں نہ آ جائے، کوئی قریبی عزیز ہی کیوں نہ بچھڑ جائے، اسے وقتی رنج تو ہوگا لیکن اس کا دل یہ سوچ کر فوراً مطمئن ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے۔ ﴿ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔'' ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ ﴾ (التغابن) ''اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے' وہ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

یہ نہیں ہوگا کہ اچانک غیر متوقع طور پر کوئی بہت بڑا نقصان ہو گیا تو اب ڈپریشن میں چلے گئے، یا مریض بن گئے۔ یا کوئی اچانک بہت بڑی خوشی مل گئی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ حرکت قلب ہی بند ہو گئی۔ بلکہ وہ اس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور یہ امتحان گاہ ہے۔ یہاں ہر انسان کو آزمایا جا رہا ہے اور آزمانا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''ہم نے تو ان کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے'' ﴿ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳ ﴾ (عنکبوت) ''پس اللہ ظاہر کر کے رہے گا اُن کو جو سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں۔''

یہ آزمائش اس لیے ہے کہ تا کہ سچے اور جھوٹے ظاہر ہو جائیں۔ البتہ جو اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں ان کا مقام اور مرتبہ ہر آزمائش کے بعد بلند ہوتا جاتا ہے۔ گویا یہ آزمائش اس لیے بھی ہوتی ہے کہ اللہ اپنے خاص بندوں کا رتبہ بلند کر دے۔ اس لیے یہ کہنا کہ فلاں شخص پر اللہ کا فضل ہے کہ اس پر کوئی تکلیف نہیں آتی صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ جو شخص کہہ دے میں واقعی اللہ پر ایمان رکھنے والا ہوں اس کو ضرور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ صرف زبان سے کہہ رہا ہے یا حقیقی معنوں میں اس کے دل میں ایمان موجود ہے اور پھر مشکلات اس کے بعد بھی آئیں گی، تکالیف پھر بھی آئیں گی۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی مسلسل امتحان میں گزری لیکن صابر اور شاکر رہے۔ لہٰذا نفس مطمئنہ سے مراد وہ نفس ہے جو اس امتحانی زندگی میں مطمئن ہو کر یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی بندگی میں لگا رہا اور اس کے دین کے ساتھ چمٹا رہا۔

﴿ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ ﴾ ''اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی' وہ تم سے راضی۔''

ایک رائے یہ ہے کہ عینِ موت کے وقت بندۂ مومن کو یہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ حم السجدہ میں بھی فرمایا: ﴿ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ ﴾ ''ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ آپ لوگ ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو اور خوشیاں مناؤ اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔''

یہ ہے اصل میں حقیقی کامیابی اور عزت کا مقام کہ اللہ راضی ہو جائے اور جس سے اللہ راضی ہو جائے تو اس کے لیے جو انعامات کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے انسان کا ذہن اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

﴿ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝۲۹ ﴾ ''تو داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔''

﴿ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۳۰ ﴾ ''اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!''

چنانچہ اس نَفسِ مُطمَئِنّہ سے کہا جائے گا کہ آؤ! میرے ان انعام یافتہ بندوں کی صف میں شامل ہو جاؤ۔ ایسے خوش قسمت لوگوں کے مراتب کی بلندی کے تصور اور اپنی تہی دامنی کے احساس کے پیش نظر ہمارا ان کی معیت کے لیے دُعا مانگنا اگرچہ ''چھوٹا منہ بڑی بات'' کے زمرے میں آتا ہے مگر پھر بھی دل سے بے اختیار دُعا نکلتی ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ ---- آمین!

☆☆☆☆

# طائرِ دیں کر گیا پرواز

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت اور اٹھان کے حوالے سے جو خبریں سامنے آرہی ہیں وہ نہایت تشویشناک ہیں۔ یہ تو صرف وہ اکا دکا واقعات میں جو رپورٹ ہو جاتے ہیں۔ بے شمار وہ ہیں جو معاشرتی سطح پر گھروں، خاندانوں میں بھونچال برپا کرتے ہیں جنہیں نہ اُگلا جا سکتا ہے نہ نگلا۔ بیان کریں تو خاندانوں کی عزت پر بٹہ لگتا ہے۔ نگلنے کی کوشش ہو تو کیونکر! کراچی میں نویں جماعت کی 3 بچیاں جو سکول پہنچنے کی بجائے غائب ہو گئیں۔ 20 اکتوبر دی نیوز کے مطابق ایک بچی کے موبائل فون پر آنے والی کالوں کے ذریعے بالآخر بازیابی ممکن ہوئی۔ والدین کے علم میں تھا کہ ان کی بیٹیاں لڑکوں سے رابطے میں تھیں۔ جن تین لڑکوں کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا (20 سال سے کم عمر کے!) اسی ذریعے سے پولیس نے ڈھونڈ نکالیں۔ معصومیت، ناتجربہ کاری اور کم عمری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں پھنسا کر آگے بھیجنے کا سامان مجرموں نے کر رکھا تھا جو پولیس کی بروقت مداخلت سے بچ گئیں۔

یہ ایک واقعہ معاشرتی سطح پر در آنے والے بگاڑ کی خبر دینے کو کافی ہے۔ ٹیلی ویژن پر حیا سوز فلموں، ڈراموں، اشتہاروں کے ذریعے گھر گھر وبائی صورت اختیار کرتی فکری گمراہی۔ کم عمری میں دل و دماغ میں بھرا جاتا عشق عاشقی کا بھوسہ۔ اسے تقویت دینے کو سکولوں کی سطح ہی سے رائج کردہ مخلوط نظام تعلیم (جو زہرناک ہے) ہاتھوں میں موبائل، لیپ ٹاپ (مفت بانٹے جاتے) کمپیوٹر سکرین پر ہمہ نوع معلومات، رابطے، اخلاق سوز ویب سائٹس اور دو انگلیوں کی رسائی میں سبھی کچھ۔ کم تعلیم یافتہ والدین، اعلیٰ تعلیم کے جھانسے میں صبح سکول کالج، شام کو ٹیوشن اکیڈیمیاں (مخلوط) اولادیں ڈھونے پر مامور۔ تمام تر وسائل نچوڑ کر بجلی گیس اور ہوشربا مہنگائی سے نمٹتے ہوئے تعلیمی اخراجات کا ناقابل برداشت بوجھ، مزید! لڑکیوں نے بازیابی پر سارا الزام والدین پر دھر دیا کہ وہ ناروا پابندیاں عائد کرتے تھے۔ شک کرتے، موبائل چیک کرتے، آپس میں جھگڑتے تھے، سو ہم گھر سے بھاگ گئیں ! اور وہ تین نجات دہندگان جو گھر کے اس پار تمہاری عزتوں کے بیوپاری، سودا کرنے چلے تھے؟

اسی پر بس نہیں۔ 16 اکتوبر کی اس بازیابی کے بعد 19 اکتوبر کو دو بہنیں بہ عمر 21 سال اور 15 سال بھی اسی طرح شادی کے جھانسے میں آکر گھر سے بھاگیں۔ لٹ لٹا کر پولیس کے ذریعے بازیاب ہوئیں۔ گھروں میں والدین کی اونچی آواز نہ سہنے کی روادار لڑکیاں چار دنوں میں چادر، چار دیواری کا تحفظ پرے پھینک کر چیتھڑا ہو کر لوٹیں۔ ردائے عصمت تار تار ہوئی۔ پولیس تھانہ کچہری، میڈیکل کروا کر واٹس ایپ اور فیس بک کے کڑوے کسیلے ذائقے بھی بھگت لیے۔ زندگی بھر کے داغ الگ۔ یہ حقیقت ہے ”داغ تو اچھے ہوتے ہیں“ اور ”بات کرو ساری رات بلا روک ٹوک“ کی!

اتنی چھوٹی عمروں میں اتنے بھیانک قدم اٹھائے جانے میں چہار جانب پھیلائے گئے شیطانی جال لائق توجہ ہیں۔ ترقی، علم، آزادئ نسواں کے نام پر جو نیا معاشرہ، نیا پاکستان ان 16 سالوں میں بنا ڈالا گیا ہے، اس کا انجام اس سے مختلف نہیں ہو سکتا تھا۔ آزادی کے نام پر عورت کا تحفظ لٹ گیا۔ مسلمان کی وہ اقدار جو ہمارے معاشرے کی اصل قوت تھیں، خدا خوفی، مضبوط خاندانی نظام، مردانگی، شجاعت، غیرت وحمیت، حیا، پاکیزگی، پاک دامنی سب میڈیائی لہروں کی بھینٹ چڑھ کر تار تار ہو گئیں۔ گھروں میں انتشار، جھگڑوں، مال حرام، نفسیاتی الجھنوں نے ڈیرے ڈال لیے۔ مضبوط سہارا اور اخلاق کی حفاظت کا منبع اللہ سے تعلق اور دینی تعلیم وتربیت میں تھا۔ یہ فرد، خاندان اور معاشرے کو قوت عطا کرتا تھا۔ اسے دہشت گردی سے جوڑ کر قوم کو ناچ بھنگڑے دوستیاں تھما دیں۔ اب کراچی میں ڈی آئی جی جمیل احمد نے والدین کو بچوں کے تحفظ کی خاطر موبائل فون نہ دینے کی تلقین کی۔ نیز یہ بھی کہ اگر فون ہوں تو چیک رکھیں کہ وہ کن سے رابطے میں ہیں۔

ابھی تو ہم ایسے واقعات پر دل گرفتہ تھے کہ سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے امور داخلہ ومنشیات کنٹرول کے ذریعے سامنے آنے والی رپورٹ نے چھکے چھڑا دیئے۔ اسلام آباد میں 53 فیصد طالب علم (بڑے نجی سکولوں میں) منشیات استعمال کر رہے ہیں۔ عمریں بارہ تا سولہ سال اور سولہ تا انیس سال ہیں! پاکستان کا مستقبل......؟ مضبوط، بااقدار مستحکم خاندانی نظام اور تربیت کے حوالے سے معیاری تعلیمی نظام سے بننے والی نسلوں کی بجائے گھروں سے بھاگنے والی لڑکیاں......؟ ان کے بیوپاری کم عمر لڑکے؟ منشیات کی دلدلوں میں اترتے نوجوان؟ منشیات استعمال کرنے میں لڑکیاں بھی پیچھے نہیں ہیں۔ اسلام آباد کے پوش دفاتر میں سگریٹ نوشی کے لیے مختص جگہوں پر لڑکیاں بھی مساواتی بنیادوں پر موجود ہوتی ہیں۔ شیشہ پیتی بھی پائی جاتی ہیں۔ ہیروئن، چرس میں ملوث بھی موجود ہیں۔ یہ قومی خودکشی ہے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت!

لیکن ارباب نظر رہے کہاں؟ اہلِ نظر کی آنکھیں جس طرح عملاً ہندو فوج نے کشمیر میں چھرے مار مار کر چھین لیں...... یہاں نگاہ سوز، حیا سوز، اخلاق سوز فکر ونظر کی ترویج کے دجالی اہتمام وہی کام کر رہے ہیں۔ سب سے بڑا جھانسا تعلیم وترقی کے نام پر ہے۔ اقبال جس تباہی کی بھینٹ چڑھنے کا خوف اس نظام تعلیم سے رکھتے تھے، وہ اب اپنے جوبن کو پہنچ چکا۔

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی طائر دیں کر گیا پرواز

ابتدائی دور میں کسی درجے میں تعلیمی معیار موجود تھا۔ اب تو سوائے انتشار کے کچھ باقی نہیں۔ بلند پروازی کی جگہ ڈالروں، یورو پر بھنبھناتی کھیاں باقی ہیں۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

وہ سازش اب برگ وبار لا رہی ہے۔ دین، حیا، مروت سب رخصت ہو گئے۔ لڑکے، لڑکیاں آٹھویں، نویں جماعت میں عشق میں گرفتار بھی ہو جاتے ہیں، بھاگنے بھگانے کے لائق بھی۔ لٹنے لٹانے والے بھی۔ بیچنے، خریدنے کے اہل بھی۔ انہی عمروں میں ناکامی پر خودکشی بھی! اس کا کیا علاج قوم کے بزرجمہروں نے سوچا

ہے......؟ حسبِ توفیق منشیات کے خلاف تو سینٹ کمیٹی نے جنگی بنیادوں پر آگاہی، میڈیا کے ذریعہ انتباہی (تمہی نے درد دیا ہے تمہی دوا دو گے!) اور واک بھی تو! ڈینگی کے خلاف واک کر کے ہم نے ڈینگی کا صفایا کر دیا؟ نہ ہوا اور لوگ مرگئے تو موم بتیاں اور بو کے تو سول سوسائٹی پیش کر ہی دیتی ہے!

جوانی، قوت، شجاعت، عزائم، امنگوں، امیدوں کے خزانے لیے ہوتی ہے۔ قیادت کے ذمے انہیں اعلیٰ مقاصد کے لیے استعمال (Channelize) کرنا ڈھالنا ہوتا ہے۔ جہاں قومی قیادت باہم دگر جوتیوں میں دال بانٹنے میں محو ہو تو نوجوان کیا کریں۔ گھروں میں جوتم پیزار والدین۔ سڑکوں پر منظرِ جنگ تیار۔ ایک طرف دارالحکومت بند کرنے کی تیاریاں۔ دوسری طرف پولیس کی نمٹنے، خوف و ہراس پھیلا کر قابو پانے کی تربیت۔ تیسری طرف ایک اخباری خبر پر کھڑے ہنگاموں کی شرمساریاں۔ سول ملٹری کشاکش۔ نوجوان کیا کریں!

ادھر مودی کی لاف زنی ملاحظہ ہو...... بھارتی فوج کے کارنامے اسرائیل سے کم نہیں۔ کشمیر میں پوری قوم اور دنیا بھارتی مسلح افواج کی بہادری کی باتیں کر رہی ہے۔ سبحان اللہ! مسلح افواج کی بہادری! نہتے کشمیریوں کے خلاف؟ اسرائیل اسلحے میں سرتاپا غرق نہتے غزہ اور فلسطینی شہریوں پر بہادری آزماتا! اپنی ہی آبادی سے لڑ کر فتوحات کے جھنڈے گاڑنے والی فوج بہادر ہوتی ہے؟ یہ ہے 21 ویں صدی کی بہادری بمقابل فولادی عزم کے کشمیری اور فلسطینی! جلد یا بدیر فتح یاب آخر جالا ہی ہوگا۔


## ضرورت رشتہ

☆ڈیرہ غازی خان کی رہائشی غوری فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، ایم اے جرنلزم کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0335-6269790

☆بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم ایم بی بی ایس اور بیٹا، عمر 30 سال، تعلیم ایم ایس سی جیالوجی، پی ایچ ڈی (جاری) کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: 0346-8300216
0300-3820028

☆لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0333-4450662


**اصلاح معاشرہ**

# ماہ صفر المظفر اور توہم پرستی

**مولانا مشتاق احمد**

ماہ صفر کے متعلق بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں مصائب و آفات نازل ہوتی ہیں۔ اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی یہی نظریہ تھا حالانکہ موت و حیات عزت و ذلت، نفع وضرر، ہر چیز اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہے کوئی وقت و زمانہ، کوئی درخت، کوئی پرندہ، کوئی جانور، کوئی جگہ منحوس و بری نہیں ہے بلکہ انسانوں کے اپنے اعمال برے ہوتے ہیں تو ان پر آفات و مصائب نازل ہوتے ہیں۔ اگر اعمال اچھے ہوں تو اللہ کی رحمتیں و برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکامات کی تابعداری کرے تو اللہ اس کی رہبری و رہنمائی فرماتے ہیں اور اگر کفر و نافرمانی کرے تو شیاطین ایسے لوگوں کو بدراہ کرتے ہیں اور تباہ و برباد کر دیتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر (یا بچا کر) نور اسلام کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور اسلام سے نکال کر کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں اور یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' (البقرہ:257)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و عمل صالح کی برکت سے آدمی نور و روشنی و بصیرت میں رہتا ہے اور کفر و نافرمانی کی وجہ سے آدمی اندھیروں وغیرہ میں رہتا ہے۔ توہمات، وسوسے، خطرات اسے گھیرے رہتے ہیں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔'' (الفاطر:2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب خیر و شر اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے، پورا قرآن اس سے بھرا ہوا ہے کہ موت حیات، عزت و ذلت، خوشی غمی بیماری تکلیف سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لہٰذا اللہ کی طرف رجوع کرو اور کسی ماہ سے بدفالی نہ لو۔ کوئی مہینہ برا نہیں سب اللہ کے مہینے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسالت مآب ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے: ''ماہ صفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیماری، نحوست اور شیطان وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔'' یہ سن کر ایک دیہاتی نے کہا: ریت کے میدان کا وہ اونٹ جو ہرن کی طرح تیز ہے یہ خارشی اونٹ دوسرے اونٹوں میں گھس کر ان میں خارش پیدا کر دیتا ہے یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد عالی ہوا ''یہ بتاؤ کہ پہلے خارش والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟''

سدا شرک سے رہو دور و نفور
کہ ہم سے راضی خدائے غفور

بخاری میں ہے کہ ماہ صفر میں بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت اور نحوست کے اثر میں کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ بیماری، شیطانی گرفت، ستاروں کی گردش اور نحوست کا ماہ صفر سے کوئی تعلق نہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور بتاؤ کہ پہلے والے کو خارش کیسے ہوئی؟ بیماری کی چھوت اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی، رزق اور مشکلات لکھ دی ہیں۔

### ماہ صفر کے متعلق توہمات

بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ و دیگر خوشی کی تقریبات کرنا برا خیال کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ صفر کی شادی صفر ہوگی یعنی ناکام ہوگی اور اس کی وجہ عموماً

ذہنوں میں بھی یہی ہوتی ہے کہ صفر کا مہینہ نا مبارک اور منحوس مہینہ ہے۔ چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر ربیع الاوّل کے مہینے سے اپنی تقریبات شروع کرتے ہیں۔ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض باطل ہے۔ بعض لوگ ماہ صفر کی یکم تاریخ سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس اور برا جانتے ہیں اور 13 تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے۔ یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے۔ ماہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق جو حدیث پیش کی جاتی ہے، ملا علی قاریؒ اپنی کتاب (الموضاعات الکبیر) میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ لہٰذا موضوع و من گھڑت حدیث سے استدلال کرنا سراسر جہالت اور گمراہی کی بات ہے وہ روایت یہ ہے کہ (مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ماہ صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دے، میں اس کو جنت کی بشارت سناتا ہوں۔ جو اب اول تو یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔ دوسرا جواب اگر بالفرض اس حدیث کو درست مانیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ماہ ربیع الاوّل میں ہونے والی تھی اور آپؐ کو اللہ کی ملاقات کا بے حد شوق تھا جس کی وجہ سے آپ کو ماہ صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا، اس سے ماہ صفر کی نحوست قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ بعض لوگ بالخصوص مزدور کام نہیں کرتے، مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر مزدور کو عیدی و مٹھائی دی جاتی ہے، یہ بھی محض بے اصل بات ہے اور واجب الترک ہے۔ بعض لوگ اسی دن چھٹی کرنے کو اجر و ثواب کا موجب سمجھتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ نے غسل صحت فرمایا تھا۔

یہ بات بھی بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے، تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانہ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور ماہ صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور ساتھ ہی عرب کے دور جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل نفی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ان توہمات سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ کے ارشادات سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا خیال بھی باطل ہے۔

کسی کی بیماری بغیر اذن الٰہی دوسرے کو نہیں لگتی اور کسی مکان، دکان، زمین، درخت، پرند، چرند، جانور، چاند ستارے اور دن تاریخ میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کو مضبوطی سے تھامیں اور قدیم و جدید جاہلیت کے جملہ توہمات سے اجتناب کریں۔ ہمارے معاشرے میں بدشگونی اور بدفالی کی بہت سی صورتیں مروج ہیں جو سب ہی غیر معتبر ہیں اور اس قابل ہیں کہ فوراً توبہ کر کے ہمیشہ کے لیے ان سے پرہیز کیا جائے (بحوالہ البلاغ جنوری 1984-1987ء اکتوبر) اسی طرح فال نکلوانا، نجومی کو ہاتھ دکھانا، جنات کی باتوں پر یقین کرنا، قرآن کریم سے فال نکالنا، یہ سب غلط ہیں۔ اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔ اللہ کے احکامات اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں گے تو ہر قسم کی خیر و برکت و رحمت ہوگی ورنہ ہر قسم کی آفات و مصائب و بلیات نازل ہوں گی۔

اللہ کے دروازے کو چھوڑ کر ہم آج در در پہ جھک رہے ہیں۔ اللہ کا خوف دل سے نکلا تو سینکڑوں خوف ہم پر مسلط ہو گئے۔ اللہ سے مانگنا چھوڑا تو ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑے۔ غرض ہر قسم کی آفات و مصائب کی بہتات ہمارے شامت عمل کی وجہ سے ہے اگر ہم خوشحالی، امن، برکت، عافیت چاہتے ہیں تو ہمیں عقائد شریعت کے مطابق ڈھالنے ہوں گے اور اعمال سنت کے مطابق اختیار کرنے ہوں گے۔

❀❀❀

## دعائے مغفرت
إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ اسرہ رحیم یار خان کے مبتدی رفیق محمد اسلم وفات پاگئے

☆ مقامی تنظیم شاہ پنجو اسرہ کے نقیب محمد حاجن چنہ کے جوان بیٹے کا انتقال ہوا

☆ حلقہ حیدرآباد کے رفیق طارق راجپر کے والد وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

# کُل پاکستان اجتماع

25، 26، 27 نومبر 2016ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا و محبت کو اپنے حق میں واجب کرنے،
نظم کو مستحکم اور امیر تنظیم کی تقویت کے لیے
تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے
تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 36316638-36293939(042) 36366638

**دہشت گردی کے ہر واقعہ کے بعد چند بیانات دینے کے بعد وزیراعظم اور آرمی چیف واپس دارالحکومت میں آجاتے ہیں اور آئندہ کے لیے کوئی پلاننگ ہی نہیں کی جاتی، جب تمام وسائل صرف بڑے لوگوں کو بچانے کے لیے صرف کیے جائیں گے تو عام آدمی کی جان کا تحفظ کیسے ممکن ہوگا: ایوب بیگ مرزا**

**مناسب طریقہ تو یہی ہے کہ عدالت کے فیصلے کا انتظار کیا جائے اور قانونی جنگ لڑی جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جا رہا تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ لوگ باقاعدہ شعوری طور پر یہ کوشش کر رہے ہیں کہ حالات خانہ جنگی کی طرف جائیں۔ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**

# کوئٹہ سانحہ، تحریک انصاف کا دھرنا اور سیاسی انتشار کے موضوعات پر

## حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

**سوال**: کوئٹہ میں پولیس ٹریننگ سنٹر میں دہشت گردی کا بہت بڑا واقعہ ہوا۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ پچھلے کچھ عرصے سے دہشت گردوں کا فوکس KPK کی بجائے بلوچستان ہو چکا ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی وجہ کیا ہے اور حالیہ حملے کا ماسٹر مائنڈ کون ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے ہسپتال میں دھماکہ ہوا تھا جس میں 70 کے قریب وکلاء شہید ہوئے تھے۔ یہ بڑے افسوسناک واقعات ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سکیورٹی لیپس ہے کہ بروقت اطلاع ہونے کے باوجود صحیح اقدامات نہیں کیے گئے اور وہاں پر حفاظتی اقدامات بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 2014ء میں APS کا واقعہ ہوا تھا اس کے بعد نیشنل ایکشن پلان بنا اور KPK میں ضربِ عضب آپریشن شروع ہوگیا۔ اس کی وجہ سے KPK میں کافی حد تک قابو پا لیا گیا اور ہمارے قبائلی علاقوں کو بھی کلیئر کر لیا گیا۔ وادیٔ خیبر میں ایک یونیورسٹی کھل گئی ہے۔ لہٰذا وہاں پر حالات کافی حد تک معمول پر آگئے ہیں۔ لیکن اب بلوچستان میں دہشت گردی کی ایک نئی لہر شروع ہو چکی ہے، جس کا تعلق ایک تو سی پیک منصوبے سے جوڑا جا رہا ہے کیونکہ بیرونی طاقتیں نہیں چاہتیں کہ یہ منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہو۔ کچھ عرصہ پہلے ایک انڈین سرونگ آفیسر اور اس کے ساتھی پکڑے گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں ان کے سیلز موجود ہیں جو بلوچستان میں تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور تنظیموں کے لوگ بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے دونوں پڑوسی ممالک انڈیا اور افغانستان نے پراکسی وار کے لیے فوکس بلوچستان کو بنایا ہے۔ براہمداغ بگٹی کو انڈیا میں پناہ دینے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور ابھی جو واقعہ ہوا ہے اس کی پلاننگ بھی انڈیا میں ہوئی ہے۔

**سوال**: APS کے واقعہ کے بعد پنجاب میں سکیورٹی انتظامات بہت بہتر ہو گئے ہیں۔ سکولز اور حساس اداروں کے آگے اونچی دیواریں تعمیر ہو چکی ہیں، باڑ لگائی گئی ہے۔ لیکن یہی انتظامات بلوچستان میں کیوں نہیں ہو رہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: واقعی پنجاب میں سکیورٹی انتظامات بہتر ہیں لیکن بلوچستان میں بہت بڑا سکیورٹی

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

لیپس ہے۔ جس پولیس ٹریننگ سنٹر پر حملہ ہوا ہے اس کی بیرونی دیوار صرف پانچ فٹ اونچی تھی اور کوئی واچ ٹاورز نہیں تھے۔ حالانکہ ایسے اہم مقامات پر گارڈز ہوتے ہیں جو رات کے وقت اندرونی احاطے میں بھی گشت کرتے ہیں لیکن لگتا ہے کہ وہاں ایسا کچھ انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے دہشت گرد بڑے آرام سے آئے اور اپنے آپ کو فوجی ظاہر کر کے ایک ایک دروازہ کھٹکھٹا کر سب کو باہر نکالا اور پھر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ تو یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کہ اطلاعات کے باوجود بلوچستان میں سکیورٹی اداروں اور انٹیلی جنس اداروں کا زیادہ فوکس کیوں نہیں تھا۔ یہ ٹریننگ سنٹر جس علاقے میں ہے وہ کوئٹہ سے باہر 8 میل دور واقع ہے۔ وہاں پر رات کے سناٹے میں اگر تین چار آدمی کسی گاڑی یا موٹر سائیکل پر جائیں تو آواز تو گونجتی ہے لیکن کوئی چونکا تک نہیں، کسی کے کان کھڑے نہیں ہوئے یہاں تک کہ کارروائی ہوگئی، 60 کے قریب شہید ہو گئے اور 100 سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ یہ بہت افسوسناک صورتحال ہے۔

**سوال**: نائن الیون کے بعد سے پاکستان لہولہان ہے۔ یعنی دہشت گردی کے واقعات پے در پے ہو رہے ہیں۔ کیا پاکستانی قوم رونے، سسکنے اور بین کرنے کے لیے رہ گئی ہے۔ یہ دہشت گردی کا عفریت پاکستان کی جان کیسے چھوڑے گا؟

**ایوب بیگ مرزا**: آپ نے نائن الیون کا حوالہ دیا ہے۔ آپ یہ بھی نوٹ کریں کہ نائن الیون کے بعد کوئی بڑا واقعہ امریکہ میں نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت کی حکومتوں نے پوری پلاننگ سے ایک سکیورٹی پلان بنا کر ملک کو safe کیا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ہر واقعہ کے بعد چند بیانات دینے کے بعد وزیراعظم اور آرمی چیف واپس دارالحکومت میں آجاتے ہیں اور آئندہ کے لیے کوئی پلاننگ ہی نہیں کی جاتی۔ معاملہ یہ ہے کہ وزیراعظم ہاؤس کی سکیورٹی کے لیے سالانہ 40 کروڑ روپے خرچ ہے۔ 1100 افراد ہر وقت جاتی عمرہ میں متعین رہتے ہیں۔ اسی طرح باقی وزراء اور وزرائے اعلیٰ کا بھی یہی حال ہے۔ جب تمام سکیورٹی اہلکاروں کو صرف بڑے لوگوں کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا جائے گا اور تمام وسائل ان بڑے لوگوں کو بچانے کے لیے صرف کر دیئے جائیں گے تو یہ کیڈٹس تو عام گھرانوں کے افراد ہوتے ہیں جن کی جانیں حکمرانوں کے نزدیک اتنی قیمتی نہیں ہوتیں۔ حالانکہ اس واقعہ سے ڈھائی مہینے پہلے وزیراعلیٰ بلوچستان کو اس سنٹر کی سکیورٹی کے بارے میں توجہ دلائی گئی تھی اور ایک چینل نے ان کا باقاعدہ بیان دکھایا ہے، جس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ میں یہاں پختہ دیوار بنا دوں گا وغیرہ۔ اس کے باوجود بھی اتنا بڑا واقعہ ہوگیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اتنی بڑی لاپرواہی پر فوری طور پر کٹہرے میں لایا جانا چاہیے۔ اطلاعات ہیں کہ اجلاس میں اس حوالے سے ان کی خاصی کھینچا تانی ہوئی ہے لیکن وہ اپنے عہدے پر ابھی تک براجمان ہیں جس کا مطلب ہے کہ کوئی تحقیق نہیں ہوگی۔ بس حسبِ روایت انڈیا پر الزام لگا دیا جائے گا۔ یقیناً اس واقعہ میں انڈیا اور افغانستان ملوث ہوں گے۔ پڑوسی ممالک اس طرح کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے ملک کی حفاظت

لوگ خود کرتے ہیں اس لیے کہ ملک کی سکیورٹی پر ان کا فوکس ہوتا ہے۔ یہاں ایک مدت سے ایک طرف سے پانامہ لیکس کا حملہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف سے اس سے بچاؤ کی فکر ہو رہی ہے اور دوسری کوئی فکر نہیں ہے۔ ان حالات میں عوام کا اللہ ہی حافظ ہے۔

**سوال** : کوئٹہ کے اس واقعہ پر ہماری سیاسی جماعتیں آپس میں بلیم گیم کھیل رہی ہیں۔ یعنی لاشوں پر سیاست ہو رہی ہے۔ کیا اس خاص موقع پہ اس طرح کی حرکتیں ملک وقوم کے مفاد میں ہیں؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ** : اصل میں ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم صوبوں میں بٹ گئے ہیں، گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ہم میں کوئی قومی یکجہتی نہیں ہے، اس لیے قومی لیول پر کوئی پلاننگ نہیں کر سکتے۔ صرف ایک فوج کا ادارہ ہے جس نے داخلی اور خارجی سطح پر ملک کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ APS کے بعد فوج نے جو اقدامات تجویز کیے وہ پورے ملک کے لیے تھے، کسی ایک صوبے کے لیے نہیں تھے۔ اس کے تحت تمام صوبوں میں ایپکس کمیٹیاں بنائی گئیں اور فوج کا پروگرام یہی تھا کہ یہ ایپکس کمیٹیاں وقتاً فوقتاً اجلاس منعقد کریں اور اپنے اپنے صوبوں میں جہاں جہاں سکیورٹی لیپس ہیں وہاں اقدامات کیے جائیں۔ آرمی نے اپنے طور پر کچھ اقدامات کیے اور انہیں کچھ کامیابیاں بھی ملیں۔ جن کی اندرونی اور بیرونی طور پر تحسین بھی کی جا رہی ہے کہ واقعی فوج نے دہشت گردی پر قابو پانے میں ایک پیش رفت کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی عمل کی بھی ضرورت تھی کہ حکومت آگے بڑھ کر دیکھے کہ کہاں کہاں کیسے اقدامات کی ضرورت ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ قومی یکجہتی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارے ہاں نہیں ہے۔ امریکہ میں ریاستیں قانون سازی کے لیے آزاد ہیں لیکن جب ملکی سلامتی کا معاملہ ہو تو سب سیاسی جماعتیں متحد ہو جاتی ہیں جیسے نائن الیون کے بعد وہاں کی ساری پارٹیاں امریکی صدر کے فیصلے پر متفق ہو گئیں۔ یہاں پر بھی ہونا یہ چاہیے کہ دہشت گردی کا معاملہ اگر کسی بھی صوبے میں ہو تو تمام سیاسی پارٹیوں کی ایک متفقہ رائے ہو اور اس کے مطابق اقدامات اٹھائے جائیں لیکن بجائے اس کے یہاں یہ ہو رہا ہے کہ ایک پارٹی دھرنا دینے کا پروگرام بناتی ہے اور حکومت اس دھرنے کو ناکام بنانے کے لیے اپنی تمام طاقتیں صرف کر رہی ہے جبکہ سکیورٹی پر کوئی فوکس نہیں ہے جس کے نتیجے میں یہ واقعہ ہوا۔ کیونکہ دشمن تو تاک میں رہتا ہے، اسے جہاں بھی کمزوری نظر آتی ہے وہاں اس نے حملہ کرنا ہے۔

**ایوب بیگ مرزا** : انسان کبھی انفرادی زندگی گزار رہا تھا۔ اس کو اجتماعی زندگی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، معاشرے، ریاستیں اور حکومتیں کیوں تشکیل پائیں؟ اس لیے کہ انسانوں کی حفاظت ہو سکے، انہیں ضروریات زندگی فراہم کی جا سکیں۔ لہٰذا کسی بھی حکومت کا یہ بنیادی فرض ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو بنیادی ضروریات اور سکیورٹی فراہم کرے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ دجلہ کے کنارے اگر کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو عمرؓ سے پوچھا جائے گا۔ اس ایک بیان میں انہوں نے بتا دیا کہ حکمرانوں کی پوری ذمہ داری کیا ہے اور انہیں کیا کرنا چاہیے۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ آج کے حکمران، خصوصاً ہمارے حکمرانوں کے پیش نظر صرف حکمرانی ہے اور اس حکمرانی کے ذریعے مال و دولت اکٹھا کرنا اور اپنے اقتدار کا نشہ پورا کرنا ان کا مقصد بن

> **ہمارے حکمرانوں کو آئین کی صرف وہ شق نظر آتی ہے جس کا تعلق ان کے مفاد اور کرسی کے تحفظ سے ہو جبکہ جو شق ان کے مفاد سے ٹکرائے اُسے پاؤں تلے روند دیتے ہیں**

گیا ہے۔ جہاں تک آئین کا تعلق ہے تو ہمارے آئین میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو وہی لوگ پاؤں تلے روند رہے ہیں جو آئین آئین کی رٹ ہر وقت لگائے رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر آئین کی دفعات 2-A،31،227 اس لیے ہیں کہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے مگر پاکستان میں کہیں اسلام نظر آتا ہے؟ ہمارے حکمرانوں کو آئین میں صرف وہ بات نظر آتی ہے جس کا تعلق ان کی کرسی سے ہو۔ اسی طرح کیا جمہوریت میں یہ حق کسی کو دیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی شہر کو بلاک کر دے؟ تو میرا واضح اور صاف جواب ہے کہ جمہوریت یہ حق ہرگز نہیں دیتی کہ کسی شہر کو بند کر کے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کی جائیں۔ اگرچہ جمہوریت میں احتجاج ہے لیکن وہ احتجاج کسی کے لیے باعث زحمت نہیں بننا چاہیے۔ لیکن دوسری طرف حکومت کا معاملہ بھی یہ ہے کہ اس کی طرف سے بھی آئین اور جمہوریت کی رٹ اتنی لگائی جاتی ہے کہ سن کر کان پک جاتے ہیں لیکن جمہوریت پر عمل نظر نہیں آتا۔ دنیا کی جمہوریتوں میں یہ ہوتا ہے کہ ملک کے کسی سربراہ پر کرپشن یا کسی اور انداز کا کوئی الزام لگتا ہے تو وہ فوراً استعفیٰ دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تحقیقات کروائیں۔ یہاں انٹرنیشنل لیول پر الزام لگا ہے اور گھر کے افراد نے ایسی بات کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں بلکہ ساری کی ساری دال ہی کالی ہے۔ لیکن وزیر اعظم صاحب اس کے باوجود ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح عمران خان بھی جمہوریت کی بات کرتے ہیں لیکن ساتھ لوگوں کے راستے بھی بند کرتے ہیں۔ تو ہمارے ہاں بیانات دینے میں سارے شیر ہیں لیکن عملی لحاظ سے کوئی کچھ نہیں کرتا۔

**سوال** : کرپشن کے الزامات لگنے کے بعد میاں نواز شریف کو جمہوری رویے کے مطابق مستعفی ہو جانا چاہیے تھا اور اپنے آپ کو تحقیقات کے لیے پیش کرنا چاہیے تھا لیکن وہ ڈٹے ہوئے ہیں اور پیچھے نہیں ہٹ رہے۔ دوسری طرف عمران خان بھی ڈٹے ہوئے ہیں کہ دھرنا تو ہر صورت میں ہوگا اور وہ نواز شریف کو سکیورٹی رسک قرار دے رہے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ 2 نومبر یا اس کے بعد جو صورت حال بن رہی ہے اس کا Way out کیا ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ** : Way out تو سب کو پتا ہے لیکن اس کی طرف توجہ دی نہیں جا رہی، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پانامہ لیکس کے حوالے سے سپریم کورٹ میں یکم نومبر کو سماعت بھی ہو رہی ہے جس پر حکومت کا موقف بھی سامنے آ گیا ہے کہ ہم عدالت کا فیصلہ تسلیم کریں گے۔ جمہوری طریقہ تو یہی ہے کہ جب تک فیصلہ نہیں آ جاتا عدالت کے احترام کے طور پر کسی کو اس حوالے سے بولنا بھی نہیں چاہیے۔ اس لیے مناسب طریقہ تو یہی ہے کہ عدالت کے فیصلے کا انتظار کیا جائے اور قانونی جنگ لڑی جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جا رہا تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ لوگ باقاعدہ شعوری طور پر یہ کوشش کر رہے ہیں کہ حالات خانہ جنگی کی طرف جائیں۔ دوسری طرف عمران خان امپائر کی انگلی اُٹھنے کے بھی منتظر ہیں۔ اگر یہ انگلی نہ اُٹھی تو اس کا نتیجہ واضح طور پر خانہ جنگی اور ملک کی تباہی ہے۔ لہٰذا ان نازک حالات میں سب کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

**سوال** : اسلام آباد کو بلاک کرنا سول نافرمانی والا کام ہے تو ایسی سول نافرمانی کا ذکر تو بانیٔ تنظیم اسلامی مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی کیا کرتے تھے۔ دونوں میں فرق کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا** : ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے سول نافرمانی کا لفظ بہت کم استعمال کیا ہے۔ انہوں نے زیادہ تر picketing کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ وہ اسلامی انقلاب کے داعی تھے، پاکستان میں اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے اور ان کا ایک سوچا سمجھا فیصلہ تھا کہ پاکستان میں اسلام انتخابات کے ذریعے کبھی نہیں آ سکتا صرف انقلاب کے ذریعے آ سکتا ہے۔ انہوں نے طے کیا تھا کہ جب کارکنوں کی ایک معتد بہ تعداد ہو جائے گی تو پھر ہم ان اداروں کے خلاف جو غیر اسلامی افعال سرانجام دیتے ہیں دھرنے دیں گے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ ہم بنکوں کے باہر

بیٹھ کر دھرنا دیں گے کہ یہاں ہم سودی نظام نہیں چلنے دیں گے۔ اسی طرح فحاشی کے اڈے اور دوسری غیر اسلامی چیزیں جہاں ہوتی ہیں وہاں picketing کی بات کرتے تھے۔ یعنی وہ صرف غیر اسلامی اداروں کو بلاک کرنے کے حق میں تھے کسی شہر کو بلاک کر کے لوگوں کو مشکلات میں ڈالنے کے حق میں نہیں تھے۔

**سوال**: فحاشی کی تشہیر تو ٹی وی چینلز کر رہے ہیں، اگر وہ بند ہو گئے اور بینک بند ہو گئے تو پھر باقی رہ کیا گیا؟

**ایوب بیگ مرزا**: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک خاص مقصد تھا اور وہ مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام لایا جائے۔ لیکن عمران خان کا مسئلہ خالصتاً اقتدار کا مسئلہ ہے۔ یہاں دوطرفہ کرسی کے لیے کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ ایک کسی صورت میں کرسی چھوڑنا نہیں چاہتا چاہے جتنے الزامات لگ جائیں۔ دوسرا چاہتا ہے کہ کرسی ہر صورت کھینچی ہے چاہے ملک اور قوم کا جتنا نقصان ہوتا ہے ہو جائے۔ جبکہ ڈاکٹر اسرار احمد کہا کرتے تھے اگر وقت کے حکمران اس بات پر تیار ہو جائیں کہ اسلامی نظام وہ خود نافذ کریں گے تو ہمیں آم کھانے سے غرض ہو گی پیڑ گننے سے نہیں۔ یعنی حکومت کو ایسی صورت میں ہٹایا نہیں جائے گا۔ لہٰذا وہ اقتدار کا معاملہ ہر گز نہیں تھا۔ وہ صرف اور صرف اسلامی نظام کو لانے کا معاملہ تھا۔

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: ڈاکٹر صاحب انقلاب کا فلسفہ بیان کرتے تھے کہ پہلے ایک نظریے کے تحت رائے عامہ ہموار کی جائے گی کہ وہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا اس میں اجتماعی اور روحانی طور پر شدید ضرورت ہے کہ اسلامی نظام آئے اور اس نظام کے خدوخال واضح کرنے کے لیے پہلے ایک تحریک چلائی جائے گی، ملک بھر میں لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے گا اور جب کارکنوں کی معتدبہ تعداد ہو جائے گی تو پھر جہاں جہاں غیر اسلامی کام ہو رہے ہوں گے وہاں پر عدم تشدد پر مبنی تحریک مزاحمت چلائی جائے گی، کوئی ہتھیار نہیں اُٹھائے جائیں گے بلکہ پرامن دھرنے ہوں گے۔ اگر ٹی وی چینلز معاشرے میں بے حیائی پھیلا رہے ہیں تو ان کے خلاف picketing ہو گی اور کہا جائے گا کہ اس فحاشی کو بند کیا جائے۔ اگر ملک میں سے سودی نظام ختم نہیں کیا گیا اور اس حوالے سے لوگوں کو ایجوکیٹ کرنے کے تمام دوسرے طریقے استعمال کر لیے گئے اور لوگ بھی اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ سودی نظام اللہ اور رسول ﷺ سے اعلان جنگ ہے تو اس کے بعد بنکوں کے باہر بیٹھ کر کہا جائے گا کہ ہم یہاں سودی کاروبار نہیں ہونے دیں گے۔ تنظیم اسلامی اس حوالے سے جو مظاہرے بھی کرتی ہے تو ان میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی راستہ بند نہ ہوتا کہ لوگوں کو آمدو رفت میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لہٰذا اس میں اور سول نافرمانی میں بہت بڑا فرق ہے۔ عمران خان نے ایک زمانے میں نعرہ لگایا تھا کہ ہم ٹیکس نہیں دیں گے، بل ادا نہیں کریں گے لیکن جب دیکھا کہ یہ عملی طور پر ممکن نہیں ہے تو وہ Back out کر گئے۔ تو یہاں پر کام الٹ ہو رہا ہے۔

**سوال**: پرویز رشید کا کہنا ہے کہ اکتوبر کا مہینہ وزیر اعظم کے خلاف محلاتی سازشوں کا گڑھ رہا ہے ان کے اس بیان کا پس منظر کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکتوبر

> اگر قرارداد مقاصد پر عمل ہو جائے تو یقیناً پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جائے گا۔ وگرنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام آئے بغیر کوئی بہتری آئے

1958ء میں مارشل لاء لگایا گیا تھا لیکن وہ منتخب وزیر اعظم نہیں تھا۔ اسی طرح اکتوبر کے مہینے میں وزیر اعظم لیاقت علی خان شہید ہو گئے تھے لیکن وہ سازش بھی کرسی کے لیے نہیں بلکہ ان کی جان کے لیے تھی۔ پرویز رشید سے ہی پوچھا جانا چاہیے کہ جب ایک آرمی چیف کو فضائی سفر کے دوران اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ کون سا مہینہ تھا؟ چنانچہ اسی کارروائی کے ردعمل میں پھر 12 اکتوبر کا دن آیا تھا جس کا پرویز رشید کو آج بہت دکھ ہے۔ اکتوبر کا مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ملک کے آرمی چیف کو اغوا کیا گیا، ملک کے تمام ہوائی اڈوں کو حکم دیا گیا کہ جہاز کو اُترنے نہ دیا جائے اور پائلٹ کو کہا گیا کہ جہاز کو دہلی لے جاؤ۔ ہمارے ہاں سیاسی لوگ جب اس طرح کی باتیں کرتے ہیں تو وہ اپنی حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ پرویز رشید صاحب پیپلز پارٹی میں تھے تو مسلم لیگ کے بڑے سخت ناقد تھے اور اب مسلم لیگ میں ہیں تو پیپلز پارٹی کے ناقد ہیں۔ نواز حکومت میں 6،7 لوگ ایسے ہیں جو بڑے اہم عہدوں پر فائز ہیں لیکن وہ پہلے پرویز مشرف کے بڑے قریبی ساتھی تھے۔ سیاستدانوں کے حوالے سے ایک چھوٹی سی بات بتا دوں۔ ایک دفعہ پنڈت نہرو کے پاس ایک صحافی انٹرویو کے لیے گیا تو ساتھ وہ ٹیپ ریکارڈر بھی لے گیا۔ پنڈت نہرو نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صحافی نے کہا کہ یہ ٹیپ ریکارڈر ہے۔ آپ کی بات ریکارڈ کی جائے گی۔ تو پنڈت نہرو نے کہا کہ اٹھاؤ اس کو تم میرے مکرنے کا حق مجھ سے چھین رہے ہو۔ گویا سیاستدانوں کو مکرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ آج ایک بات کہتے ہیں کل دوسری بات کہہ دیں گے۔

**سوال**: چہرے تبدیل ہونے سے نظام نہیں بدلا کرتے، جیسے محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ الیکشن ہاتھ بدلتے ہیں طرزِ عمل نہیں بدلتے۔ یعنی آج اگر مسلم لیگ ن حکومت میں ہے تو کل پی ٹی آئی ہو گی لیکن نظام نہیں بدلے گا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا نظام بدلے بغیر حالات میں بہتری آسکتی ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: یہ صحیح ہے کہ اس جمہوریت میں چہرے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے تحت کوئی نئی پارٹی برسر اقتدار آجاتی ہے۔ وہ اپنی سٹریٹجی بناتی ہے لیکن اس سے ملک کا نظام نہیں بدل سکتا۔ ہمارے نزدیک اصل مسئلہ یہی ہے کہ آئین پر عمل ہو ہی نہیں رہا۔ آئین کے تحت اس ملک میں قومی زبان اُردو ہونی چاہیے۔ چیف جسٹس نے فیصلہ بھی دے دیا لیکن آج تک اس پر عمل نہیں ہوا۔ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ ملک سے سودی نظام ختم کیا جائے گا، ملک کے آئین کو اسلامی بنایا جائے گا، اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کیا جائے گا لیکن کچھ نہیں ہو رہا۔ اسی آئین کے تحت سندھ ہائی کورٹ نے سندھ میں شراب کی دکانیں کھولنے پر پابندی لگا دی ہے۔ لیکن وہ دھڑلے سے کھولی جا رہی ہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں ایک نیا سماجی معاہدہ ہونا چاہیے جس کے تحت آئین پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جا سکے۔ 1973ء کا آئین ایک متفقہ آئین تھا۔ اس پر تمام مذہبی اور سیاسی جماعتیں راضی تھیں۔ اگر اس پر نیک نیتی سے عمل شروع ہو جائے تو پھر کسی تبدیلی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

**ایوب بیگ مرزا**: میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنی بنیاد کی طرف لوٹنا چاہیے۔ پاکستان کی بنیاد یہ نعرہ تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔ پھر اسی بنیاد پر 1949ء میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی جس میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلامی فلاحی نظام لائیں گے۔ اگر قرارداد مقاصد پر عمل ہو جاتا تو یقیناً پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا۔ ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام آئے بغیر کوئی بہتری آئے۔ اس لیے کہ اس کی بنیاد اسلام ہے اور جو عمارت اپنی بنیاد سے ہٹ جائے وہ کبھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

# مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اکتوبر کے مہینے کا آغاز ہوتے ہی عالمی ذرائع ابلاغ میں ایک خبر نے گردش شروع کر دی ہے۔ یہ خبر محض خبر نہیں، یہ اس گئے گزرے دور میں اللہ کی قدرت کی نشانیوں کی تصدیق کرتی ہے اور مادہ پرست، خدا بے زار، دین دشمن لوگوں کو بتاتی ہے کہ اللہ آج بھی آسمانوں پر موجود ہے۔ اپنی پوری قدرت کے ساتھ موجود ہے۔ اپنے وعدوں کی سو فیصد سچائی کے ساتھ موجود ہے اور نہ صرف موجود ہے، بلکہ اپنے سچے وجود، اپنی کامل قدرت اور سچے وعدوں کے ساتھ اپنا وجود ثابت کر کے نادان انسانوں کو بتا رہا ہے کہ وہ جیسے ہمیشہ سے اس طرح موجود ہے، اسی طرح آئندہ بھی اپنی بابرکت ذات اور اعلیٰ صفات کے ساتھ موجود رہے گا۔ اور کوئی مان کر اپنی عاقبت سنوارے یا نہ مان کر اپنی عاقبت خراب کرے، لیکن وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود رہے گا۔

خبر یہ ہے کہ 7 اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر حملہ کرنے والا امریکا 15 سال بعد 100 ارب ڈالر خرچ کر کے بھی افغانستان کو فتح نہیں کر سکا اور عسکری ماہرین مایوس ہیں کہ وہ آئندہ بھی اس ٹوٹے پھوٹے ملک کو فتح نہیں کر سکے گا۔ تمام تر عسکری حربوں اور تعمیر وترقی کی کوششوں کے باوجود صورت حال تعطل کا شکار اور بے نتیجہ ہے۔

خبر میں صرف 100 ارب ڈالر کے خرچ کا ذکر ہے کہ اس مادیت پرست دنیا میں شاید پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ 100 ارب ڈالر خرچ کر کے ایک ڈالر کے فائدے کے بجائے نقصان کتنا ہوا ہے؟ یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ خرچ کتنے ہوئے؟ یہ نہیں بتایا گیا کہ افغان مجاہدین کے ہاتھوں نقصان کتنا ہوا؟ نقصان بھی خرچ کی مقدار سے کسی طور کم نہ ہوگا۔ پھر جو جانی نقصان ہوا ہے، اس کی قیمت تو حساب کتاب میں جوڑی ہی نہیں گئی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جو عرفی نقصان ہوا ہے یعنی ہتک عزت کا سنگین مسئلہ امریکا لیے کھڑا ہوا ہے اس کا نہ تو حساب ممکن ہے اور نہ تلافی کی کوئی صورت۔ نیٹو کا اسلحہ ہمارے ملک میں ڈمپ کروا کر تیاری یہ تھی کہ اگلا قدم پاکستان میں ہوگا، لیکن پہلا قدم ہی اتنا بھاری پڑا ہے کہ واپسی کا راستہ نہیں مل رہا۔ آگے کا فاصلہ کیسے طے ہوگا؟

اللہ اکبر! اندازہ لگائیے! امریکا اکیلا نہیں، روئے زمین کی قابل ذکر تمام مشہور طاقتیں اس کے ساتھ ہیں۔ دنیا کے مضبوط ترین فوجی اتحاد کی عملی حمایت اسے حاصل ہے۔ چالیس کے لگ بھگ ایسے ایسے ملک اس کے ساتھ ہیں جن کی ٹیکنالوجی اور عسکری برتری کو دیکھتے ہوئے ان میں سے کسی ایک ملک کے خلاف بھی کوئی مضبوط ترین فوج زیادہ دن نہیں ٹھہر سکتی۔ ان کا رعب اور دبدبہ ہی اگلے کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیتا ہے، جبکہ سامنے وہ ٹوٹے پھوٹے، بکھرے ہوئے اور بے سروسامان مجاہدین ہیں کہ خود ان کا اپنا ملک بھی ان کے خلاف ہے۔ ان کے لیے نہ جدید اسلحے کی ترسیل کی کوئی صورت ہے نہ زخمیوں کے علاج معالجہ یا خوراک و پوشاک کی...... دنیا کی کوئی مروجہ سہولت انہیں اپنے ملک میں میسر نہیں، ان کی قیادت پے در پے شہید کی جا چکی ہے، ان کے باہمی ربط ضبط کا کوئی محفوظ طریقہ نہیں، ان کے زخمیوں یا شہیدوں کی کوئی پناہ گاہ نہیں، لیکن پوری دنیا آج پندرہ سال کے بعد اعتراف کر رہی ہے کہ عالمی متحدہ افواج انہیں شکست دے سکی ہیں اور نہ مستقبل قریب میں ان کے لیے ایسا ممکن نظر آتا ہے۔ اس مدت میں کون سا ظلم اور ناانصافی ہے جو ان نہتے مجاہدین کے ساتھ مہذب عالمی طاقتوں کی طرف سے نہیں ہوئی؟ کون سا غیر اخلاقی حربہ ہے جو ان پر نہیں آزمایا گیا؟ کون سی مشکل ہے جس کے پہاڑ ان پر نہیں ٹوٹے؟ کون سا زخم ہے جس نے ان کے ناتواں وجود کو گھائل نہیں کیا؟ لیکن پائے استقامت ہے کہ اس میں لغزش نہیں بلکہ عزم وحوصلہ ہے کہ ناقابل تسخیر چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم ہے۔ اس نکتے پر بھی غور فرمائیے کہ افغان مجاہدین کے وجود کو ہی نہیں، ان کے نظریۂ جہاد کو مٹانے کے لیے قادیانی جماعت کے بعد بھی کئی حضرات کھڑے کیے گئے۔ امیر المؤمنین ملا عمر کی جگہ امیر عبدالقادر الجزائری کو مثالی مجاہد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی جس نے ہتھیار ڈال کر استعمار کی وظیفہ خواری منظور کر لی تھی۔ غرض کہ کون سی سمت تھی جس سے مجاہدین پر حملہ نہیں ہوا، لیکن وہ نہ صرف اپنا میدان سنبھالے ہوئے ہیں، بلکہ پوری دنیا گواہی دینے پر مجبور ہے کہ اپنے سے ہر اعتبار سے مضبوط دشمن کو ٹکر کی چوٹ بھی دے رہے ہیں۔

ان مجاہدین کی قوت ایمانی اور جذبۂ جہاد کا اظہار ان دو جملوں سے ہوتا ہے جو وہ اکثر و بیشتر استعمال کر کے ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے اور دشمن کے دانت کھٹے کرتے ہیں۔ (1) اگر سامنے کوئی رکاوٹ ہے تو کہتے ہیں ''مشکل نشتہ'' یا شی نشتہ، قراری وہ'' (کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سب خیر خیریت ہے۔ (2) اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو تکیہ کلام ہوتا ہے: ''پروا نہ لری'' (پروا نہیں ہے) کاش! کوئی ایمان وشہادت کی یہ ٹیکنالوجی دنیا کے مظلوم انسانوں کو بتا دے اور کاش! کہ ہم پاکستانی اس طرز عمل کی حقیقت کو سمجھ جائیں تو دشمن کے گھر میں خاک اڑنے میں دیر نہ لگے گی۔

ایمان کی طاقت کا اس سے زیادہ خوبصورت نمونہ کیا ہوگا؟ جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کی ٹیکنالوجی کے ناقابل شکست ہونے پر اس سے بڑی نشانی کیا ہوگی؟ ''مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی'' کو غلط کہنے والے متجددین اور منکرین جہاد کے منہ پر اس سے زیادہ زوردار طمانچہ کیا رسید ہوگا؟ تمام عالم اسلام کو خوش خبری ہو کہ اللہ آسمانوں پر آج بھی موجود ہے۔ اپنی کامل قدرت اور سچے وعدوں کے ساتھ موجود ہے۔ خصوصاً اہل پاکستان کو تسلی ہو کہ ان کے پاس اگر مجاہدین افغانستان والی ٹیکنالوجی ہو تو ان کا بڑبولا دشمن ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ نہ وہ امریکا سے زیادہ مضبوط ہے اور نہ ہم افغانستان سے زیادہ کمزور ہیں۔ افغان مجاہدین والا ایمان اللہ نے ہمیں بھی دیا ہے، جذبۂ جہاد اور شوق شہادت میں پاکستانی قوم بھی کسی سے کم نہیں۔ جسے ارمان ہے پورا کر کے دیکھ لے۔ امریکا کا تو 100 ارب کا رونا ہے، اور اس نوحہ میں اس کے ساتھ سُر سے سُر اور تال سے تال ملانے والے موجود ہیں۔ ہم سے پنجہ آزمائی کرنے والے بھارت کو ٹسوے بہانے والا بھی کوئی نہ ملے گا۔

# خلافت راشدہ میں شہریوں کے حقوق کا تحفظ

انتخاب: ابوعبداللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (النساء:58)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حدود اللہ کو سب پر یکساں نافذ کرو۔ حدود اللہ کے اجراء میں رشتے داری وغیرہ کا لحاظ نہ کرو۔'' (سنن ابن ماجہ)

خلافت راشدہ وہ طرز حکمرانی ہے جس کا آغاز جناب نبی کریم ﷺ کی مبارک ذات سے ہوا۔ قرآن کریم کی جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے، اس آیت مبارکہ میں اس طرز حکومت کی دو بنیادی خصوصیات کو اللہ رب العزت نے بیان فرمایا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے انہی دو اصولوں کی بنیاد پر نظام خلافت اور طرز حکمرانی کا نظام قائم فرمایا۔ پہلا اصول اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا: ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔'' یعنی امانت ذمہ دار اور اس کے حقدار کے حوالے کی جائے، ہم پر اللہ رب العزت کی طرف سے یہ فرض ہے کہ ہم اس امانت کو اس کے حقدار تک پہنچادیں، جب ہم ایسے افراد کا انتخاب کرنے لگیں جنہوں نے امت کے فیصلے کرنے ہیں۔ جنہوں نے اجتماعی فیصلے کرنے ہیں۔ امت کے سیاسی مفادات کا خیال رکھنا ہے اور بہترین معاشرہ قائم کرنا ہے۔ اس وقت ہماری سب سے اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم امت کی باگ دوڑ سنبھالنے والے ایسے افراد کا انتخاب کریں جو اس کے اہل ہوں، جو یہ ذمہ داری ادا کرنے کے قابل ہوں۔ جناب نبی کریم ﷺ کے طرز حکومت میں سب سے پہلا اصول یہ رہا کہ آپ ﷺ نے حقدار تک اس کا حق پہنچایا۔ جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تدفین سے پہلے ہی یہ مسئلہ پیش آیا کہ اب کیا ہوگا؟ سب جمع ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم سب آپ کو خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورج روئے زمین پر کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوتا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو، یعنی کائنات میں انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور پھر یہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے سب سے طاقتور شخص میرے نزدیک سب سے کمزور ہے، اگر اس نے کوئی ظلم کیا ہے تو میرے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں، جب تک میں اس سے حق چھین کر کمزور کے حوالے نہ کردوں۔ تم میں سے سب سے کمزور شخص میرے نزدیک سب سے طاقتور ہے، جب تک میں اس کا حق اسے ادا نہ کروں۔'' یہ ہے وہ پہلا اصول جو خلافت راشدہ کی طرز حکمرانی میں نمایاں نظر آتا ہے کہ کوئی حاکم ایسا نہیں، کوئی سپاہی ایسا نہیں جس کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تحقیق نہ کی ہو کہ یہ اس عہدے کا حقدار ہے یا نہیں۔ دوسرا اصول عدل وانصاف کا قیام ہے، یعنی ''جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو''۔ خلافت راشدہ میں ہر شہری کو عدل وانصاف مہیا کرنا زریں اصول رہا۔ عدل وانصاف کے بغیر کسی ملک میں فلاح وبہبود کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عدل وانصاف قائم کرنے میں وحدت انسانیت اور احترام آدمیت پر نظر رکھی جاتی ہے۔ قانون کی نظر میں امیر وغریب، خاص وعام، میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا، خلافت راشدہ کے دور میں خلیفۂ وقت کو بھی عدالت میں جواب دینا پڑتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دس برس حضور ﷺ کی خدمت میں رہے لیکن ان کا بیان ہے کہ اس مدت طویل میں، میں نے جتنی خدمت آپ ﷺ کی، اس سے زیادہ آپ ﷺ نے میری کی۔ کسی کام کے لیے حکم کرنا یا جھڑکی دینا تو بڑی بات ہے کبھی آپ ﷺ نے اتنا بھی نہ کہا کہ فلاں کام یوں سے یوں کیوں کیا؟

حضور نبی کریم ﷺ کی مکمل حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو کسی پر کسی قسم کا امتیاز نہیں، تمام لوگ قواعد وقانون میں مساوی ہیں۔ نیز مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر عمل کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے، تاہم آپ ﷺ نے عام مسلمانوں سے اپنے لیے کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔

## خلفائے راشدین

خلفائے راشدین تعلیم اسلامی کے زندہ پیکر تھے۔ خود صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا طرز عمل بھی آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق تھا۔ ان کی حیات مساوات کے عمل سے بھری ہوئی ہیں جو رہتی دنیا تک تابندہ راہنما ہیں۔

## حضرت عمرؓ بن خطاب اور غلام کا سفر

حضرت عمرؓ اور ان کا غلام بیت المقدس جانے کے لیے نکلے تھے۔ راستے میں دونوں باری باری سواری کرتے رہے۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام کی باری تھی۔ غلام نے عرض کیا کہ شہر نزدیک آ گیا ہے آپؓ سواری کریں۔ آپؓ نہ مانے اور آخر خلیفہ اسلام بیت المقدس میں اس طرح داخل ہوئے کہ ان کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور غلام اونٹ پر سوار تھا۔

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافت حال کے لیے میدان جنگ میں بھیجا۔ مسلمانوں کی جاسوسی کر کے جب واپس آیا تو رومی سپہ سالار سے حیرانی سے بولنے لگا، یہ لوگ راتوں کو عبادت میں اور دن کو شہسوار ہوتے ہیں اور اگر ان کا شہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر شادی شدہ زنا کرے تو اسے بھی رجم کرتے ہیں۔

یہ اسلام کی ایک واضح ترین خصوصیت ہے کہ اس کی نظر میں تمام اہل ملک مراتب حقوق، قانون اور قواعد مملکت میں مساوی ہیں۔ آقا اور غلام، امیر اور غریب، سب کے سب برابر ہیں۔ اسلام میں صرف ایک ہی چیز ہے جس سے انسانوں کے باہمی رتبے میں تفریق ہوسکتی ہے۔ وہ تقویٰ اور حسن عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (الحجرات:13)

صحیح معنی میں حقوق انسانیت صرف اور صرف اسلام نے دیئے ہیں۔ کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی

رعایا کے مقابلے میں ایک عام آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہوا ہو۔ حالانکہ تاریخ اسلام کے اوراق صحابۂ کرامؓ کے اس طرح کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

## امیر المومنین کے ساتھ المیہ

غور کا مقام ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے ''رومہ کا کنواں'' جس زمانے میں مدینہ طیبہ میں پینے کا پانی نہ تھا، خرید کر اہل اسلام کے نام وقف کیا۔ سارا مدینہ اس کنویں سے پانی پیتا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ محاصرہ کے ایام میں اس کنویں کا پانی امام مظلوم پر بند کر دیا گیا اور آپ کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔

ایک دنیا آپ کے مال و دولت سے مستفید ہوتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا۔ مدینہ طیبہ میں ہزاروں انسان آپ کا صدقہ کردہ غلہ استعمال کرتے رہے۔ اب ظالم دنیا نے انہی پر آب و دانہ بند کر دیا۔ چنانچہ محاصرہ کے ایام میں ایک مرتبہ آپؓ نے قصر خلافت کی کھڑکی سے جھانک کر باغیوں کو مخاطب کر کے اور اللہ اور رسول ﷺ کا واسطہ دے کر ایک ایک چیز گنوائیں۔ باغیوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ آپ فرماتے ہیں انہیں درست تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے میری قوم مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میں ایک مسلمان والی اور تمہارا مسلمان بھائی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی استطاعت کے مطابق ہمیشہ اصلاح و خیر ہی کا ارادہ کیا خواہ میں نے اس میں درست بات اختیار کی یا خطا لیکن میرے نیت ہمیشہ خیر تھی۔ جب محاصرہ انتہا کو پہنچ گیا اور بعض صحابہ کرامؓ آپؓ کی حفاظت کے لیے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر فرمایا جس شخص پر میرا کوئی حق ہے وہ باغیوں کے مقابلہ سے اپنے ہاتھ کو روک لے اور اپنے گھر کو چلا جائے۔ حالانکہ اکابر صحابہ اور ان کی اولاد کا ایک جم غفیر آپؓ کی حمایت پر وہاں موجود تھا۔ نیز حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا جس نے اپنی تلوار کو نیام میں کر لیا وہ آزاد ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کسی صورت جنگ کے لیے راضی نہیں ہوئے اور آخر دم تک خون خرابا سے امت کو روکتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؓ نے مرتبۂ شہادت حاصل کر لیا۔

## خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

خلیفہ ہونے کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمزوروں اور ضعیفوں کے ساتھ معاملات کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے۔ آپؓ رات کے وقت ایک بوڑھی اماں کے گھر میں جا کر جھاڑو دیتے، پانی بھرتے ہیں۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوڑھی اماں کی خدمت کرنا چاہی۔ گھر جا کر پوچھتے ہیں۔ اماں! خدمت کے لیے آیا ہوں۔ بوڑھی اماں نے فرمایا کہ ایک شخص آیا تھا۔ جھاڑو لگا کر پانی بھر کر چھوڑ گیا ہے۔ ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص پانی لا رہا ہے۔ پوچھا کون؟ فرمایا! ابوبکر رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے نیکیوں میں کوئی بھی نہیں بڑھ سکتا۔

## حقوق العباد کا خیال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حقوق العباد کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے روزہ دار کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا! میں یارسول اللہ ﷺ پھر پوچھا ''تم میں سے آج کس نے جنازہ کی مشایعت (ساتھ جانا) کی ہے؟ تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ جس شخص نے ان سب سوالات کا جواب اثبات میں دیا وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ''جس نے ایک دن میں اتنی نیکیاں کی ہیں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔''

> خلفائے راشدین نے عدل وانصاف کی صرف تعلیم نہیں دی بلکہ خود نمونہ بن کر دنیا کو دکھایا۔ قانونی راہ میں رعایت کا دروازہ بند کر کے ذاتی اور شخصی فوقیت کو سرے سے ختم کر دیا۔

## حکومت میں رعایا کی مداخلت

خلافت راشدہ میں مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عام رعایا کو انتظامی امور میں مداخلت حاصل تھی۔ صوبہ جات اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کیے جاتے تھے بلکہ بعض اوقات بالکل انتخاب کا طریقہ عمل میں آتا تھا کہ کوفہ، بصرہ اور شام میں جب عمال خراج مقرر کیے جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں صوبوں میں احکام بھیجے کہ وہاں کے لوگ اپنی اپنی پسند سے ایک ایک شخص کا انتخاب کر کے بھیجیں جو ان کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ قابل ہوں۔

## گورنر کو معزول کر دیا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہت بڑے رتبے کے صحابی اور نوشیروانی پائے تخت کے فاتح تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا لیکن جب لوگوں نے ان کی شکایت کی تو معزول کر دیا۔

## اہم اصول

جمہوری حکومت کا ایک بہت بڑا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق اور اغراض کی حفاظت کا پورا اختیار دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں ہر شخص کو نہایت آزادی کے ساتھ یہ موقع حاصل تھا اور لوگ اعلانیہ اپنے حقوق کا اظہار کرتے تھے۔

## خلیفہ عام حقوق میں سب کے برابر ہے

جمہوری حکومت کا اصل زیور یہ ہے کہ بادشاہ ہر قسم کے حقوق میں عام آدمیوں کے ساتھ برابری رکھتا ہو۔ یعنی کسی قانون کے اثر سے مستثنیٰ نہ ہو۔

1۔ ملک کی آمدنی میں سے ضروریات زندگی سے زیادہ نہ لے سکے۔
2۔ عام معاشرت میں اس کی حاکمانہ حیثیت کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے۔
3۔ اس کے اختیارات محدود ہوں۔
4۔ ہر شخص کو اس پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہو۔

یہ تمام امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس درجے تک پہنچے تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھے اور جو کچھ ہوا تھا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق عمل کی بدولت ہوا تھا۔

## حکومت کی بنیاد

اسلام نے باقاعدہ ایک نظام مرتب کیا۔ ایک قانونی راہ فراہم کی۔ حقوق انسانیت تفصیلاً متعین کیے۔ تعزیرات، حدود و جرائم کے مناصب قائم کیے۔ مالی و ملکی اور انتظامی طریقے رائج کیے، عدل و انصاف کی صرف تعلیم نہیں دی بلکہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ نے خود نمونہ بن کر، عمل کر کے دنیا کو دکھایا۔ قانونی راہ میں رعایت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ ذاتی اور شخصی فوقیت کو سرے سے ختم کر دیا۔ ایک قابل تعریف نظام کے تصور کو ہر صورت اجاگر کیا۔ یہ ہے اسلامی سلطنت کی اصل صورت اور یہ ہے وہ مساوات اور انسانیت کے حقوق جس کے ساتھ اعمال نبوت کا اسوۂ حسنہ بھی انسانیت کو بتا دیا تھا۔

آج ہمارے موجودہ معاشرے میں ہر ملک مساوات، حریت اور جمہوریت کا دعویدار ہے۔ لیکن حقیقی مساوات، حریت اور جمہوریت ناپید ہے۔ ☆☆☆

# کشمیر! غموں، الموں اور المیوں کے چار ماہ

عبدالرافع رسول

نوٹ! عبدالرافع رسول کا تعلق مقبوضہ جموں و کشمیر سے ہے، فی الوقت راولپنڈی میں زیر قیام ہیں، کشمیر کے موضوع پر نصف درجن ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں نیز موصوف تنظیم اسلامی کی فکر سے ہم آہنگ ہیں

دکھوں، غموں، الموں اور المیوں کا خون آشام مرقع بنی کشمیریوں کی رواں تحریک چوتھے ماہ میں داخل ہو چکی ہے۔ یہ ایک محکوم و مظلوم قوم کے ایثار اور غالب قوت کے جبر و استبداد کی سرگزشت ہے، اقوام عالم کی بے حسی اور عالمی اداروں کی شان بے نیازی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ برہان مظفروانی کی شہادت کے ردعمل میں 8 جولائی 2016ء سے شروع ہونے والی عوامی تحریک تادم تحریر جن خون آشام حالات سے گزری وہ ایک دکھ بھری کہانی ہے۔ برہان کے بارے میں جب یہ خبر سنی گئی کہ وہ حیات دنیوی کو خیر باد کہہ چکے ہیں تو انگاروادی یکا یک رنج و غم میں ڈوب گئی اور بستی بستی، قریہ قریہ بے محابہ کہرام مچا۔ کشمیر کے قلب سری نگر کے ساتھ ساتھ وادی کے یمین و یسار، طول و عرض میں کوئی گاؤں، کوئی بستی، کوئی قصبہ، کوئی محلہ ایسا نہیں کہ جو اس ہمہ گیر تحریک سے مستثنیٰ رہا ہو اور جس نے سوگواریت کے عالم میں فورسز اور پولیس کے ہاتھوں قیامت خیز مصائب نہ جھیلے ہوں۔ اس دوران انسانی المیوں کی ایسی ایسی ناقابل بیان سرگزشتیں رقم ہوئیں جو زہرناک، اندوہناک اور ناقابل بیان ہیں۔ ان ایام مصائب میں تسلسل کے ساتھ کشمیر جلتا رہا اور اہل کشمیر کو آگ اور خون کا سمندر عبور کرنا پڑا، بھارتی فوج اور ریاستی پولیس کی بربریت سے وادی کشمیر میں کہیں بھی امن و سکون نظر آیا نہ ہی اہل کشمیر کو سکھ چین نصیب ہو سکا۔ اس طرح وادی کشمیر میں معمولاتِ زندگی کی جملہ سرگرمیاں مفقود رہیں، لیکن آلام و مصائب کی شدت 180 ڈگری پر ہونے کے باوجود کشمیری عوام ریاستی جبر کے سامنے سپر انداز ہوئے اور نہ خود سپردگی کی ذلت اختیار کی۔ کشمیریوں کا پہاڑ جیسا عزم موجودہ دنیا کے لیے ایک حیران کن معمہ ضرور ہوگا مگر یہاں کے غیرت مند عوام کے لیے یہ پہلی آزمائش تھی اور نہ آخری۔ اہل کشمیر گزشتہ چھبیس برسوں سے بالعموم اور پچھلے چار ماہ کے دورانیہ میں بالخصوص کثیر الجہت مظالم اور کثیر النوع نقصانات کے باوصف تلاشِ منزل کی راہ میں ایسی بے مثال قربانیوں کی لازوال داستان رقم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ جسے سن کر دنیا کے باضمیر لوگ ورطہ حیرت میں پڑے ہیں کہ آخر ظلم و تشدد کے خلاف نہتے لڑنے والی یہ قوم کس مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ وہ یہ لکھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ کشمیری عوام میں بیچ منجدھار جینے کا قرینہ اور نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا عزم و حوصلہ اور ناقابل تسخیر جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے اور یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو انہیں منزل مقصود کے قریب لے جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ نوشتۂ دیوار ہے کہ اہل کشمیر کو محض بزور بازو زیر نہیں کیا جا سکتا۔

جولائی سے اب تک اگرچہ وادی کشمیر میں میڈیا پر قدغن عائد رہی، سوشل میڈیا پر تو مکمل پابندی عائد رہی، ٹیلی فون، موبائل فون اور انٹرنیٹ سروس پوری طرح جام رہی۔ اس بندش کا واحد مقصد یہ تھا کہ کشمیر میں ہونے والے بدترین ریاستی مظالم کا بیرونی دنیا کو پتہ نہ چل سکے لیکن جدید دور میں یہ چنگیزی فلاسفی چلنے والی کہاں؟ ان بدترین قدغنوں کے باوجود پوری دنیا نے سوشل میڈیا اور دوسرے ذرائع سے کشمیر میں فوج اور پولیس کی لاقانونیت اور وحشت ناکیاں دیکھیں۔ کشمیر کی کمسن بیٹی انشا نذیر کا پیلٹ سے چھلنی چہرہ ہو یا جنیدہ کی چھروں سے مظلومانہ شہادت، یا اسٹریچرز اور سڑکوں پر نوجوانوں کی بکھری لاشیں، پوری دنیا نے بشمول بھارتی عوام نے ان ہیبت ناک مناظر کا نظارہ کیا اور شائد ہی کوئی ایسا سنگ دل ہوگا جو ان تصاویر کو دیکھ کر خون کے آنسو نہ رویا ہو۔ اس مدت میں نام نہاد ریاستی انتظامیہ نے کشمیر میں عوام کو کچلنے کے لیے وہی آزمودہ فارمولا اپنایا جو 1990ء سے مسلسل آزمایا جاتا رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ طاقت کا استعمال کر کے عوامی غم و غصے کو دبایا جائے لیکن 2016ء کی تحریک کے اتنے دن گزر جانے کے باوجود زہرناک حربوں اور اوچھے ہتھکنڈوں سے یہ عوامی تحریک دب سکی اور نہ کشمیری عوام ظلم اور جبر کے سامنے جھکنے پر آمادہ ہو سکے۔ کشمیریوں کے بے انتہا جذبۂ حریت کو دیکھ کر دنیا بھر کے دانش وروں کے ایک بڑے طبقے کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی بخوبی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عوام کا غم و غصہ اگر بالفرض عارضی طور پر تھم بھی جائے تو پھر بھی اس کی کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی کہ کب یہ لاوا پھر سے پھوٹ پڑے۔

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ کشمیر میں دہائیوں کے بعد عام شہریوں کے خلاف اب تک کا سب سے بڑا کریک ڈاؤن کیا جا رہا ہے۔ تادم تحریر قریب 8000 نوجوانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ قریباً 600 افراد کے خلاف سیفٹی ایکٹ کا اطلاق عمل میں لایا جا چکا ہے اور ان میں سے بیشتر بیرون وادی جیلوں میں منتقل کر لیے گئے ہیں۔ بڑے پیمانے پر شہریوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف پچھلے ہفتے 400 نوجوانوں کی گرفتاری عمل میں لائی جا چکی ہے۔ فوج اور پولیس کی فائرنگ سے 96 افراد کی شہادتیں واقع ہوئیں، شہید کئے جانے والوں میں سے زیادہ تر کالجوں میں زیر تعلیم نوجوان اور سکولوں کے بچے ہیں۔ 14000 کے قریب زخمی ہوئے، 800 سے زائد کی آنکھوں کو پیلٹ گن کا براہ راست نشانہ بنایا گیا جن میں سے 70 کے قریب نوجوان یا تو ایک آنکھ یا پھر دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ اخبارات میں شائع شدہ اعداد و شمار کے مطابق وادی کے اضلاع کپوارہ، بارہمولہ، بانڈی پورہ، بڈگام، گاندربل، پلوامہ، شوپیاں، کولگام اور اسلام آباد کے ہسپتالوں میں خون میں لت پت 7096 زخمیوں جبکہ سرینگر ضلع میں 1000 کے قریب افراد نے ہسپتالوں میں اندراج کرایا جن میں سے بیشتر کو پیلٹ لگے تھے۔ فوج اور پولیس نے اس دوران محکمہ صحت کی 190 گاڑیوں کی توڑ پھوڑ بھی کی۔

ان اعداد و شمار کے مطابق عوامی تحریک کے دوران فوج اور پولیس کی جانب سے 2000 رہائشی مکانوں کی توڑ پھوڑ کی جا چکی ہے، سویلین کی ذاتی ملکیت کی 400 سے زائد چھوٹی بڑی گاڑیاں فوج اور پولیس کی جانب سے تباہ کی گئیں اور 190 سکوٹر اور موٹر سائیکل یا تو جلائے گئے یا

مکمل طور پر ناکارہ بنائے گئے۔کروڑوں روپے کا میوہ جنوبی اور شمالی کشمیر میں برباد کیا گیا۔ 150 کے قریب بجلی ٹرانسفارمر بھی ناکارہ بنائے گئے۔شہری آبادی میں اس طرح کی کارروائیاں کشمیر کی تاریخ میں اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں۔1953ء میں بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں تھیں جن کی صحیح تعداد کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا جا سکتا، لیکن اس طرح بڑے پیمانے پر گرفتاریاں اور اندھا دھند طریقے سے سیفٹی ایکٹ کا اطلاق اور شہری املاک کی توڑ پھوڑ کی نئی تاریخ رقم کی جا رہی ہے۔ریاستی حکومت جس کا یہ اصل مقصد ہر کس و ناکس پر واضح ہے کہ سنگھ پریوار کی خوشنودی کے لیے کشمیریوں کو گھٹنوں کے بل گرا دو، اس نے ستمبر میں وادی کی آئمہ مساجد کی فہرست مرتب کی تھی جس پر عمل کرتے ہوئے ابھی تک 100 آئمہ مساجد کو پابند سلاسل کیا جا چکا ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ عمر رسیدہ افراد کے علاوہ نابالغ بچوں کو بھی تھانوں میں بند کر دیا گیا ہے۔ریاستی پولیس کو حکومت کی جانب سے یہ مکمل چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ جسے چاہے گرفتار کرے، جہاں چاہے توڑ پھوڑ کرے، جسے چاہے سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند کرے اور اسی ہدایت پر پولیس عمل پیرا ہے۔ریاست کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عید الاضحیٰ کے روز بھی وادی کے بیشتر علاقوں میں کرفیو نافذ رہا۔جبکہ مساجد اور عیدگاہوں میں باجماعت نمازِ عید ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ان دنوں ریاست کی سب سے بڑی، تاریخی و مرکزی جامع مسجد سرینگر میں مسلسل نمازِ جمعہ کی ادائیگی پر پابندی عائد کی گئی جب کہ اس تاریخی مسجد تک جانے والے علاقوں کو سیل کیا جاتا رہا۔ان دنوں میں شاید ہی کوئی ایسا دن گزرا ہو جب شام کو فوج اور پولیس نے اس مسجد کے گرد و نواح میں مرچی گیس کے گولے اور چھرے داغ کر اجتماعی تعذیب کا ہتھکنڈا نہ آزمایا ہو۔وادی میں لگاتار کرفیو کی وجہ سے ادویات، اشیائے خورد و نوش کی کمی کے مسائل نے کشمیری عوام کو چہار طرف سے گھیرے رکھا تاہم محصور و معتوب لوگوں نے ہمت مرداں اور امداد باہمی سے کام لے کر سانسوں کا سفر جاری رکھا۔خدا جانے کشمیر کے المیوں کا اور کتنا قرضہ مظلوم کشمیری عوام کے ذمہ واجب الادا ہے۔


غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ نومبر 2016ء
صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

**مشمولات**

☆ جمہوریت اور بادشاہت — ادارہ
☆ اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصوّر — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۱۴) — ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو! — محمد عمران ریاض
☆ وجودِ مادّی سے معرفتِ الٰہیہ تک — راحیل گوہر
☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف — مفتی امانت علی قاسمی
☆ نیکی پھیلانا اور برائی مٹانا — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۱۰) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

# Why did the UNESCO resolution raise Netanyahu`s hackles?

In its 'wisdom', Israel has "suspended" ties with Unesco. Would the world have screamed if the Zionist state had decided to end the relationship for good? With the US presidential election due next month, the hardline Likud-party government chose just the right moment to sever relations with Unesco for a resolution that refers twice to Israel as "the occupying power" and unequivocally condemns its policy on Al Aqsa, Islam`s third holiest site.

A reading of the Unesco resolution, not fully reported in Pakistani media, shows there is nothing new in it, for it recalls its previous motions on the Old City of Jerusalem and asks Tel Aviv to "prohibit all such works in conformity with its obligations" under the provisions of Unesco`s previous resolutions.

However, what must have hurt Israeli hawks, especially Prime Minister Benjamin Netanyahu most, was Unesco`s reiteration of the "continuous storming of Al Aqsa Mosque / Al Haram Al Sharif by Israeli right-wing extremists and uniformed forces". It also did not speak of 'Temple Mount' and instead referred to 'Al Haram Al Sharif' that made Netanyahu apoplectic and almost rabid.

He called Unesco "the theatre of the absurd" and said that the world`s heritage watchdog had lost its legitimacy. Imagine the word 'legitimacy' coming from the prime minister of a state whose very presence in the West Bank (and Gaza) lacks moral and legal legitimacy! The resolution passed with 24 for, 6 against and 24 abstentions (votes by members) also refers to "arrests and injuries among Muslim worshippers and Jordanian Auqaf guards" and appropriately calls the relevant Israeli department "the so-called Israeli Antiquities' officials".

Unesco poses no threat to Israel`s security; all it does is what Tel Aviv considers piffle – issue statements critical of the Jewish state`s decades-old policy that aims at eroding the West Bank`s Arab-Islamic character as part of its ultimate aim of making the area west of the Jordan part of Eretz Yisrael; the 'Greater Israel'. Obviously, Israel cannot pursue the Zionist version of Nazi lebensraum without first changing the occupied territory`s demographic character to turn the Palestinian majority into a minority. The logical requirement of this land-grab policy is that the establishment of Jewish settlements and the war on the Palestinian people`s cultural heritage must go together.

On both these counts entities infinitely more powerful than Unesco have denounced Israel repeatedly in strong terms only to evoke Israel`s defiance.

President Barack Obama, in his address to the Muslim world from Cairo on June 5, 2009, stated that Israel had to stop work on Jewish settlements, a 'plea' he apparently made repeatedly whenever he met Netanyahu without evoking the faintest of nods from the Likud leader, who standing on American soil and addressing the American-Israeli Public Affairs Committee (AIPAC) had the audacity to ridicule decades of American policy by saying "Jerusalem is not a settlement".

Astonishing is the stark contrast between theory and practice of America`s policy on Palestine (and Israel). In principle, Washington remains committed to a two-state solution, which envisages a sovereign Palestinian state. Its categorical enunciation is to be found in the Camp David accord, brokered by Jimmy Carter and signed by President Anwar Sadat and Prime Minister Menachem Begin on Sept 17, 1978. It was reaffirmed subsequently and categorically

1993, on the White House lawns. The contents of the DoP, however, were never meant to be implemented.
Rabin was murdered by a Jewish fanatic and subsequent Israeli prime ministers renegotiated it with full American help only to finally wreck it. Whatever was left of the DoP was destroyed by Ariel Sharon, who reoccupied territories partly vacated under the DoP and destroyed Yasser Arafat`s headquarters brick by brick. Since then, the world has accepted the status quo, with Netanyahu feeling no qualms of conscience by declaring a sovereign Palestinian state was out of the question.
Next year will mark the centenary of the Balfour Declaration (1917) that viewed "with favour" the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and pledged to use Britain`s "best endeavors to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine ..."
What is amazing about this document is that it speaks of "the civil and religious rights of [the] existing non-Jewish communities in Palestine" as if Jews were already a majority and that they ought to take care of the minorities. In fact, when the foreign secretary of 'His Majesty`s government' sent the letter to Lord Rothschild in 1917, the Jews constituted only 11 per cent of the Ottoman sanjak of Palestine.
There is no other document in modern history which has caused so much strife and bloodshed. As Edward Said wrote in an article in Dawn (Feb 8, 2001) "Israeli Jews resemble members of a cult rather than citizens of a modern state. And, in some ways, it is true that Israel`s early history as a pioneering new state is that of a utopian cult sustained by people much of whose energy was in shutting out their surroundings while they lived the fantasy of a heroic and pure enterprise."
One couldn't agree more!
***<u>Source adapted from:</u> An article written by Muhammad Ali Siddiqi and published in daily, DAWN***

VOL : 25 **Regd. C.P.L NO. 114** No.42

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

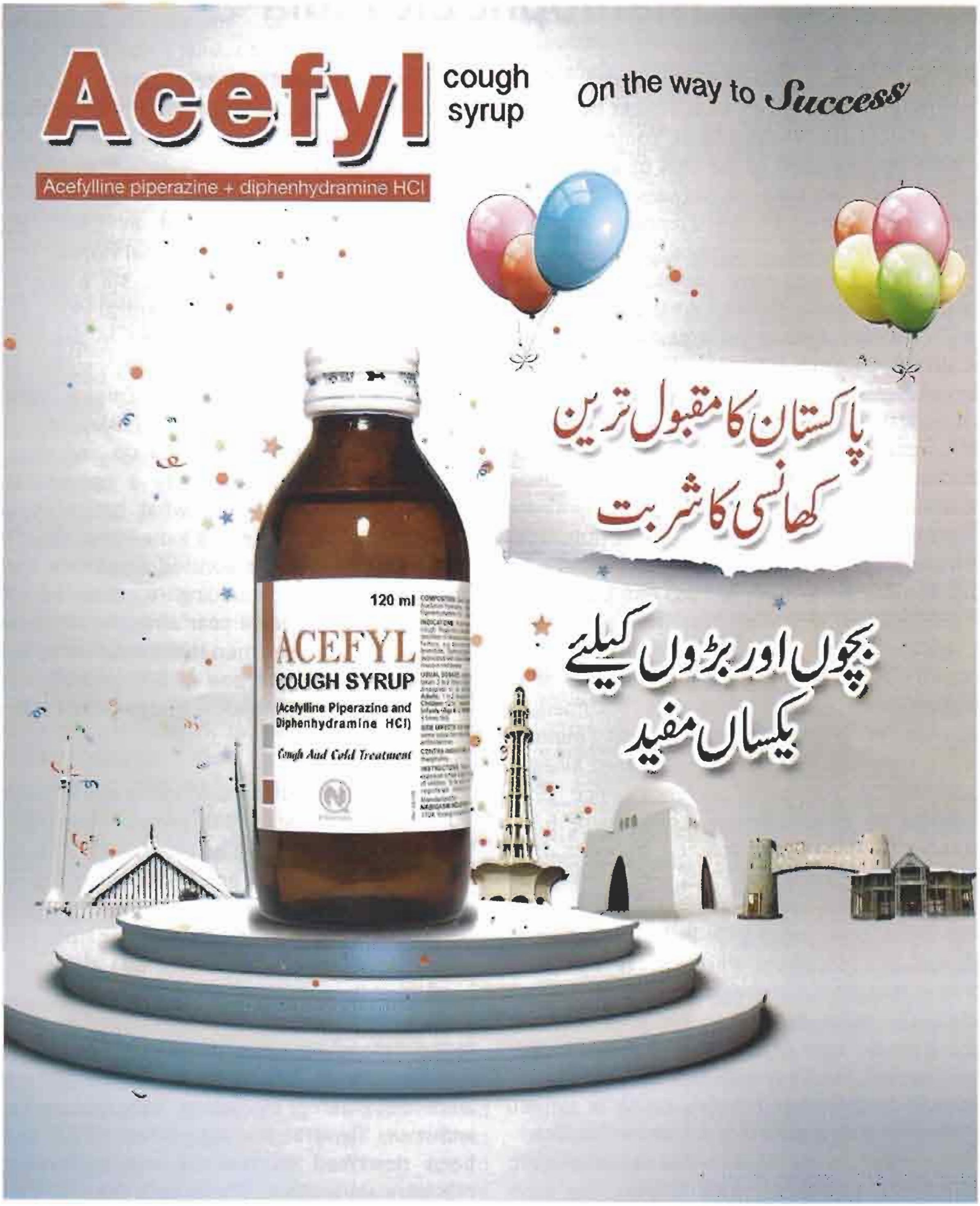


PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion